شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
جولائی 2011ء

ماہنامہ المرشد

اللہ رسول محمد

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي (سنن الترمذی، باب منه)

حضرت ابن عمرؓ حضور نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام مت کیا کرو کیونکہ ذکر الٰہی بغیر باتیں بنائے چلے جانے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو چکا ہو۔

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

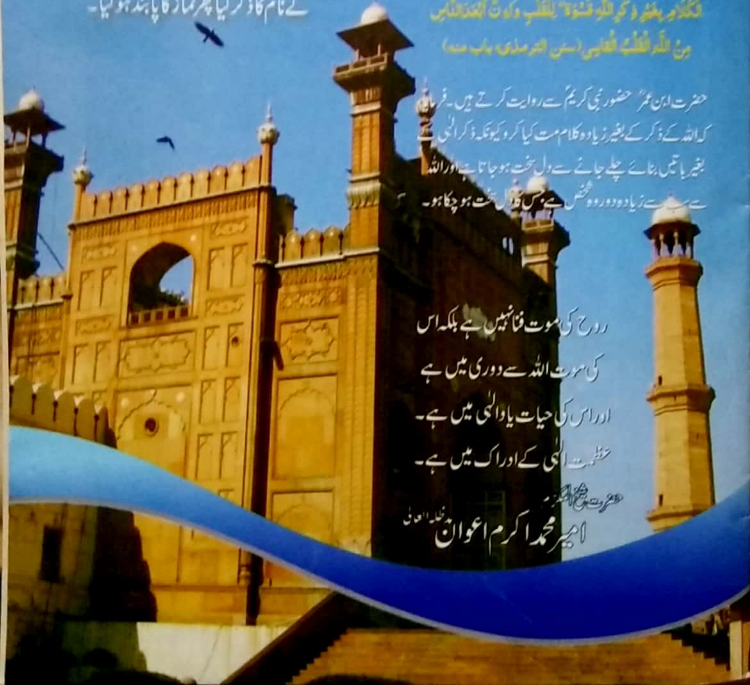

روح کی موت فنا نہیں ہے بلکہ اس کی موت اللہ سے دوری میں ہے اور اس کی حیات یادِ الٰہی میں ہے۔ عظمتِ الٰہی کے ادراک میں ہے۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لئے نہ کشف وکرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد وتواجد اور رقص وسرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

جولائی 2011ء شعبان المعظم 1432ھ

جلد نمبر 32 | شمارہ نمبر 11

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 35 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
روح کی حیات	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
مغربی عہد اقتدار میں دنیا کے معنوی خسارے	سید ابوالحسن علی ندوی	15
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	23
گالی	حافظ محمد زاہد لاہور	34
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	38
من الظلمٰت الی النور	ثمینہ زاہد	46
سرکہ	فرح حامد	49
Anointment of the Universal Mercy-saws		53
HAZRAT JI-rua's DEBATING ERA		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

بدل اشتراک

پاکستان	350 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

عدالت صحابہؓ کا ثبوت

اللہ سچا ہے اس کا پیغام لانے والا فرشتہ شک سے بالاتر اور اس کا رسول ﷺ صادق و مصدق۔ یہ ساری بنیاد راستی، سچائی اور حق ہے لاریب فیہ ہے مگر کیا کیا جائے کہ ساری مخلوق کو یہ واسطہ بھی براہِ راست نصیب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اُمت کے درمیان ایک پورے طبقہ کا واسطہ ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست کلام باری کو سنا، سمجھا سیکھا اور ساری خدائی تک پہنچایا۔

اگر خدانخواستہ یہ واسطہ اور ذریعہ ہی مجروح قرار پائے تو پھر لاریب فیہ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ نیز فرشتہ اور رسول ﷺ پر کسی کو حملہ کرنے کی جرأت کم ہوگی مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین چونکہ وہ درجہ معصومیت نہیں رکھتے تو معترضین کو یہاں حملہ کرنا زیادہ آسان ہوگا اور اگر کوئی اعتراض نہ بھی کرے مگر واقعتاً وہ لوگ غلط بیانی کر جائیں تو کیا ہو۔ یہی کہ دین کی ساری عمارت مشکوک قرار پائے تو اللہ پاک نے سب سے زیادہ احوال ان حضرات کے ارشاد فرمائے قرآن کریم کو جگہ جگہ ان کی مدح سے مزین فرمایا۔ یہاں تک ان کا ایمان مثالی ایمان فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (سورۃ بقرہ: 137) اور ان کے قلوب مثالی قلوب یعنی اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی (سورۃ الحجرات: 3) ان کی صداقت، مثالی صداقت یعنی اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (سورۃ الحجرات: 15)۔ اور ان کی زندگی قابل اتباع اور واجب الاتباع قرار دے دی وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (سورۃ التوبہ: 100) یہ نہ صرف ان کے حالات کا مشاہدہ قرار دیا بلکہ فرمایا میرے علم ازلی میں یہ بات موجود تھی اور میں نے ان کی پیدائش سے بیشتر تورات وانجیل میں ان کے اوصاف ارشاد فرما دیئے تھے کہ یہ میری مثالی مخلوق ہوگی اور انبیاء کے بعد ان کی مثل نہ چشم فلک ان سے پہلے پائے گی نہ بعد میں دیکھ سکے گی اور واقعی یہ ضروری تھا کہ قیامت تک باقی رہنے والے دین کو رسول ﷺ سے لے کر اقوام عالم بلکہ ساری انسانیت کو پہنچانے والے لوگ ایسے ہی مثالی کردار کے حامل ہوتے۔ جن کی ہر کوشش دین کے لئے اور ہر محنت دین کی خاطر ہو اور حق تو یہ ہے کہ نہ صرف مکہ مدینہ کی زندگی میں روم و ایران کی جنگوں اور قیصر و کسریٰ کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ نے دین کی حفاظت کا حق ادا فرمایا بلکہ آج بھی ان کی ذواتِ مقدسہ اس بارگاہ کی پہرہ دار ہیں اور آج بھی اگر ان کو ہٹا دیا جائے تو دین، مخلوق تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ وہ لسانِ نبوت ہیں، ترجمان نبوت ہیں۔

خلافت' ملوکیت اور اب جمہوریت

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اخوت' یکجہتی اور باہم اشتراک کے لئے حرم پاک کی صورت ایک ایسا مرکز عطا فرمایا ہے جس کی نظیر دنیا بھر کی اقوام اور مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جغرافیائی' لسانی' تمدنی اور عمرانی بُعد و تفاوت کے باوجود امت مسلمہ کے اشتراک کی دوسری اہم بنیاد ''خلافت'' تھی جو بیسوی صدی کے آغاز تک قائم رہی۔ کرۂ ارض کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی مسلم اُمّہ ایک ہی خلیفۃ المسلمین کے جھنڈے تلے ایک ایسی وحدت تھی جو انتظامی اکائیوں میں منقسم ہونے کے باوجود عالمی مسائل پر ایک ہی نقطۂ نظر کی حامل تھی۔ غور فرمایئے کہ اگر اس وحدت کو وہ تمام وسائل بھی میسر ہوتے جو آج منتشر اسلامی ممالک کے پاس موجود ہیں اور ان میں سے ایک ایٹمی قوت بھی ہے تو یہ کس طرح ممکن ہوتا کہ اغیار اس وحدت کے کسی ایک خطہ پر جنگ مسلط کر سکتا اور وہاں کے مسلمانوں پر آگ' بارود اور مہلک کیمیائی' ایٹمی اور آہنی ہتھیاروں کی بارش برسا سکتا؟ آج جبکہ دنیا ایک گلوبل ولیج کی صورت اختیار کر چکی ہے' اسلامی خلافت کی حدود کو وسیع تر ہونے سے کوئی نہ روک سکتا لیکن دنیائے کفر کو مستقبل کی ایک ناقابلِ تسخیر مسلم وحدت کسی صورت منظور نہ تھی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلم دنیا پر خلافت عثمانیہ کی گرفت کو ڈھیلا پڑتے ہوئے دیکھ کر اقوام مغرب نے خلافت پر تیشہ چلایا اور مسلم وحدت کو کئی ایک چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے اپنے چند وفادار خاندانوں کے زیرِ تسلط ان میں آمرانہ نظام کی بنا ڈالی۔ مغرب نے ان نوزائیدہ حکمرانوں کی تربیت بھی خود کی اور انہیں عیش و عشرت کی راہوں پر ڈالتے ہوئے ایسا مدہوش کر دیا کہ دنیائے اسلام کے وسائل کو لوٹنے میں یہ مغرب کے معاون بن گئے۔ آج مغرب کی ڈوبتی ہوئی معیشت کو زندگی دینے والا لہو دراصل عالم اسلام ہی کا سرمایہ ہے۔ لوٹ کھسوٹ کے اس عمل میں ایک دہائی کم تقریباً ایک صدی مکمل ہونے کو ہے۔

مسلم ریاستوں میں حال ہی میں آمرانہ نظام کے خلاف بیداری کی لہر پیدا ہوئی تو یہ باور کر لینے کے بعد کہ اب اس کی اپنی قائم کردہ آمریت آخری دموں پر ہے اور اس کی جگہ اسلامی انقلاب کے نعرے سنائی دے رہے ہیں' مغرب نے اپنا آزمودہ پانسا پھینکا' جمہوریت!

وہی سامراجی طاقتیں جو مسلم ریاستوں میں آمریت کی سرپرست تھیں' اب جمہوریت کا راگ الاپ رہی ہیں تاکہ اسے فوجی کارروائی کا جواز بناتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اپنے نئے گماشتوں کو حکومت کے ایوانوں میں بٹھا سکیں۔ یہ فوجی کارروائیاں جن کا نشانہ عوام بن رہے ہیں' عوام دوستی میں نہیں بلکہ اسلامی انقلاب کو مزید کچھ عرصہ مؤخر کرنے کے لئے ہیں لیکن کب تک! ہاں' مسلم اُمّہ جب ایک دھوکے کے بعد دوسرے دھوکے کا شکار ہو جاتی ہے تو اسے اسلامی انقلاب میں تاخیر کی صورت مزید قیمت چکانا پڑتی ہے۔ یہ فیصلہ کا وقت ہے کہ مسلم اُمّہ اسلامی انقلاب کا راستہ اختیار کرتی ہے یا جمہوریت کے فسوں کا شکار ہو جاتی ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِسفر | نشانِ منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

اک میں کہ دشتِ ہجر میں مدت سے خیمہ زن
اک وہ کہ جس کے دم سے چمن میں بہار ہے

پانا مرا اسے کبھی ممکن نہیں مگر
اک بات ہے کہ ذہن پہ ہر دم سوار ہے

ظلم و جفا ہو مجھ پہ مگر تیرے ہاتھ سے
تیری تو ہر ادا سے میرے دل کو پیار ہے

تہمت سے جس کے نام کی ہم کو ڈراتے ہو
اس پر تو اپنا قلب بھی، جان بھی نثار ہے

دل میں ہے آگ، آنکھ میں نم اور لب پہ چپ
اے کاش کوئی کہہ دے کہ یہ ہی تو پیار ہے

دردِ دلِ حزیں سے ہی آنکھوں میں آب ہے
بنتی ہے آب اس سے یہ کیسا غبار ہے

تم نے تو اپنا کہہ کے بھی ہم کو بھلا دیا
دل میں تمہاری بات کا اب تک خمار ہے

دنیا ادائے حق پہ ہی قائم ہے اے فقیر
وعدہ تمہاری دید کا کب سے اُدھار ہے

''کونسی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

☆ شیخ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہے۔ جڑے گا انہی کا جن کا مقصد خالص ہوگا۔ جو صرف اس مقصد کے لئے آئیں گے۔

☆ اسلام یہ ہے کہ اللہ کریم سے آشنائی ہو جائے۔ آشنائی کا مطلب ہے کہ اللہ جل شانہ کی مانے اور کسی کی نہ مانے۔

☆ عادات کو سنت میں بدل دو۔ جتنا خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ڈھال لو گے اتنے کامیاب ہو جاؤ گے۔

☆ جو آخرت کو مدنظر رکھ کر دنیا کے کام کرے گا اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ جو آخرت کا خیال کئے بغیر دنیا بنائے گا اس کی نہ آخرت بنے گی نہ دنیا۔

☆ موت ایسی صبح کا نام ہے جس میں دن کبھی ختم نہیں ہوگا۔

☆ ایمان وعقیدے کی درستگی کے بعد ترقی درجات اتباع شریعت میں ملے۔

☆ مکمل علم سے مراد ہے علوم الٰہیہ علوم دین سیکھنا، دنیا میں رہنے کا ڈھنگ سیکھنا اور اللہ کریم کی بنائی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرنے کا سلیقہ سیکھنا۔

مالک بن دینار فرماتے ہیں ذکر الٰہی میں جو لطف ہے وہ کسی چیز میں نہیں

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

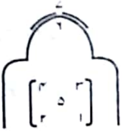

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

روح کی حیات

8 مئی 2011ء

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ . (سورۃ آل عمران:51)

انسان اللہ کریم کی عجیب وغریب مخلوق ہے۔صدیاں گزر گئیں ہر عہد کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے انسانی حیات، انسانی وجود، اس کی ساخت، اس کی خصوصیات کے بارے میں بڑا علم حاصل کرلیا ہے۔لیکن آنے والے دنوں میں انکشاف ہوتا ہے کہ وہ تو کچھ بھی نہیں تھا اصل علم تو ہمیں اب حاصل ہوا۔ یہ سب آج کی بات نہیں، جب سے انسان دنیا میں آیا ہے چلی آرہی ہے اور جب تک انسان دنیا میں رہے گا یہ بھید کھلتے رہیں گے۔ حیات وساخت انسانی کے اس علم کی انتہا کو پانا ممکن نہیں۔ اس سے وہی ذات واقف ہے جس نے اسے بنایا ہے۔خود سائنسدان بھی کہتے ہیں کہ ابھی تک اگر ہم مبالغہ بھی کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانی دماغ کا دس فیصد تک استعمال ہوا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ جو صلاحیتیں رب العالمین نے انسانی دماغ میں رکھی ہیں، وہ ابھی نوے فیصد سے زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اگر دس فیصد سے کم میں یہ محیر العقول کارنامے سرانجام دے رہا ہے تو نوے فیصد یا فرض کرلیں کہ دس فیصد مزید استعمال کرے گا تو انسان دنیا میں کیا کیا عجیب وغریب ایجادات کرے گا۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کیا ہے؟ کس لئے ہے؟ انسان کو یہ خصوصیات کس لئے عطا فرمائی گئی تھیں؟ انسان اپنی تخلیق پہ اتنی تحقیق جو کرتا ہے اور اتنے عجائبات سامنے آتے ہیں تو اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے کہ عظمت خالق سے آشنا ہوتا۔ آپ کسی ایجاد کی جزئیات سمجھتے ہیں کہ یہ کتنی باریکی سے بنائی گئی اور کتنی پیچیدہ نیز کتنی مفید ہے تو بنانے والے کی صناعی اور عظمت کا احساس ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ وہ کوئی بڑا ہی ذہین آدمی تھا جس نے کیمرہ بنایا، فیکس اور کمپیوٹر، انٹرنیٹ بنالیا۔ اس نے کیا کمال کیا۔سوچنے کی بات ہے! ہم یہ کلیہ عظمتِ باری کے معاملے میں کیوں لاگو نہیں کرتے؟ انسان جب خود اپنے وجود پہ تحقیق کرتا ہے یا کائنات کے عجیب وغریب گوشے ڈھونڈ نکالتا ہے تو اسے یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ اسے بنانے والی ہستی کتنی بڑی ہے، اس کے علوم کتنے وسیع ہیں وہ کتنی بڑی کاریگر ذات ہے، کتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جوڑ کر اس نے کیا سے کیا بنا دیا۔قرآن حکیم ان سب باتوں کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ بڑے کھلے کھلے واضح انداز میں ایک سادہ سی حقیقت سمجھاتا ہے۔کہتا ہے۔

کفر اور اسلام کو اگر ہم مختصر ترین الفاظ میں سمیٹنا چاہیں تو فرق اتنا سا ہی ہے کہ اگر اس کی صنعت کو دیکھ کر صانع کی عظمت کا اعتراف، اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر بنانے والے کی عظمت

اوراس کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا اعتراف اسلام ہے جبکہ انہی چیزوں میں کھو جانا اور بنانے والے کو بھول جانا کفر ہے۔

یہی بات یہاں ارشادفرمائی ہے۔اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ اللہ کا نبی ارشادفرمارہاہے"لوگو یقیناً میرارب اللہ ہے" رب اس ہستی کو کہتے ہیں جو عدم سے وجود میں لائے۔وجود میں لانے کے بعد مخلوق کی ہرضرورت ہروقت، ہرجگہ پوری کررہاہو۔ساری مخلوق کو چاہے وہ زمین میں ہو یا آسمانوں میں، چاند ستارے ہوں یا فرشتے، درخت، نباتات و جمادات، پرندے ہوں یا درندے زمین کی مخلوق ہو یا سمندری، تمام مخلوق کی ضرورت ہرجگہ، ہروقت پوری کررہاہو۔وہ رب ہے اور یہ سب کرنا تقاضائے ربوبیت ہے۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو صرف وجود اور حیات انسانی نہیں رکھتا۔انسان کے علاوہ باقی جانداروں میں حیاتِ حیوانی ہے، ایک زندگی ہے جو زندہ رکھتی ہے۔حیاتِ حیوانی کا تعلق اجزائے بدن سے ہوتا ہے۔اجزائے بدن جب ملتے ہیں تو ان میں ایک ایسی حرارت، ایسے بخارات سے پیدا ہوتے ہیں جو زندگی کا سبب بن جاتے ہیں۔یہ حیاتِ حیوانی ہے۔جب وہ بکھرتے ہیں تو وجود بکھر جاتا ہے موت واقع ہوجاتی ہے۔انسان کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔اس میں روح ہے جو عالم امر سے ہے۔قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (سورۃ اسرائیل:85)انسان کی حیات ختم ہونے والی نہیں ہے۔عالم امر میں فنا نہیں ہے۔فنا کا تعلق عالم خلق سے ہے۔جہاں تک مخلوق ہے وہاں تک اس کا وجود میں آنا بھی ہے معدوم ہونا بھی ہے۔جہاں مخلوق کی سرحد ختم ہوتی ہے، وہاں سے عالم امر کی حد شروع ہوجاتی ہے۔عالم امر میں نہ کوئی نئی چیز وجود میں آتی ہے، نہ کوئی چیز ختم ہوتی ہے۔جو اللہ نے ایک بار بنا دیا، وہی ہے۔انسان کو جو روح عطا فرمائی فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۔ روح امر ربی میں سے ہے، عالم امر میں سے ہے۔اور عالم امر میں سے اللہ نے اسے کیسے بنایا؟ فرمایا۔وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (سورۃ بنی اسرائیل:85)اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔تم عالم خلق کی تخلیق میں جستجو کرسکتے ہو مثلاً اس ایک خاص بیج سے کیا پیدا ہوگا، کیسے پیدا ہوگا، اس کو کتنی نمی چاہیے، کتنی گرمی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔یہ تحقیق تم کرسکتے ہو، لیکن عالم امر میں کیا ہے، کیا ہورہا ہے؟ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔تمہارے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ روح عالم امر سے ہے۔تو اس کا مطلب ہے کہ اس کیلئے دوام ہے فنا نہیں ہے، اس پر موت واقع نہیں ہوگی۔حضرت ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیۂ کریمہ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ (آل عمران:185) ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا۔اس میں حیات روح کا اشارہ ہے کہ موت کا ذائقہ چکھے گا تو اس کا مطلب ہے کہ چکھنے والا کوئی ہوگا۔اگر روح بھی فنا ہوگئی، بدن بھی فنا ہوگیا تو ذائقہ کس نے چکھا؟ جب مذوق (جسے چکھا جائے) ہے تو ذائق (جو ذائقہ چکھے) بھی ہونا چاہیے۔تو حضرت ؒ اس کی تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے کہ موت بدن پر وارد ہوتی ہے۔بدن کا جو تعلق اس عالم دنیا کے ساتھ ہے، وہ منقطع کردیتی ہے اور روح ہی وہ ہے کہ جو اس کا ذائقہ چکھتی ہے، کیونکہ بدن تو بے حس ہوجاتا ہے۔

انسانی زندگی میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں لیکن یہ فنا نہیں ہوتی۔عالم امر میں تھی، صلب پدر میں آئی، شکم مادر میں وجود میں آئی، دارِ دنیا میں داخل ہوئی، برزخ میں گئی، میدانِ حشر میں جائے

گی اور وہاں سے جن سے اللہ کریم راضی ہوگا، رحم فرمائے گا، جنت میں جائیں گے۔ جو مجرم ہوں گے، پکڑے گئے، سزا پائیں گے، جہنم میں جائیں گے۔ جنت والوں کو موت آئے گی نہ جہنم والوں کو ہی آئے گی۔ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس دنیا کی باقی کوئی چیز جنت میں جائے گی نہ جہنم میں جائے گی۔ وہاں کی ایک اپنی زندگی ہوگی۔ صرف انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو مختلف مراحل سے گزرتا ہوا بالآخر اپنے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے لئے فنا نہیں ہے۔ وہ مخلوق ہے اسے خالق نے بنایا ہے۔ اس نے اسے ہمیشہ رہنے کیلئے بنایا ہے۔

اب یہ جسم جو اللہ نے بنایا ہے، اس مادی وجود کی ضروریات کا اندازہ لگائیں۔ یہ جسم بادشاہ کا ہو یا فقیر کا، ضروریات سب کی بے پناہ ہیں۔ اب جن کیلئے سہولیات ہیں انہیں چیزیں ملتی ہیں، مفلس کو نہیں ملتیں۔ لیکن ضروریات تو اس کی بھی بہر طور ہیں۔ امیر کو گرمی لگتی ہے تو لگتی غریب کو بھی ہے۔ امیر اے۔سی لگا لیتا ہے، غریب سائے میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ دونوں کو بھوک لگتی ہے، ایک اچھا کھا لیتا ہے دوسرا روکھی سوکھی سے بھوک مٹا لیتا ہے۔ بیماریاں دونوں کو لاحق ہوتی ہیں، امیر مہنگا علاج کرواتا ہے غریب بیچارا گنڈے تعویذ پر گزارا کر لیتا ہے۔ ضرورتیں سب کی ایک سی ہیں اور وہ سب کی پوری کرتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ ضرورتیں سب کی پوری رب ہی کرتا ہے مگر کسی نہ کسی طریقے سے اور ایسے غیر محسوس طریقے سے پوری کرتا ہے کہ جو ضرورت پوری ہو بندہ سمجھتا ہے کہ یہ خود اس کا اپنا کمال ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرما دیا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ بے شک اللہ میرا پروردگار ہے رَبُّکُم اور تمہارا پروردگار بھی وہی ہے۔ تمہاری ہر ضرورت وہ ہی پوری کر رہا ہے۔ تمہارا وجود، تمہاری روح، تمہارے بدن کی خصوصیات، حسیات، تمہارا وقار، عزت، دولت، اولاد، گھر، رشتے ناتے، ملک قوم یہ سب کچھ تم کو وہی دے رہا ہے۔ اور اگر سب کچھ وہ ہی دے رہا ہے تو اس اکیلے کا حق بنتا ہے کہ اس کے سامنے سربسجود ہوا جائے فَاعْبُدُوْہُ صرف اس کی بندگی کرو، صرف اس ذات سے امیدیں وابستہ کرو۔ صرف اس ذات کی ناراضگی سے ڈرو، اس کی ذات کو ہر پہلو سے مقدم رکھو۔ جس کام کی اس نے اجازت دی ہے، وہ کرو جس سے روک دیا، اس سے باز آ جاؤ۔ کس قدر خوبصورت جملہ ہے اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ یقیناً اللہ ہی میرا پروردگار ہے رَبُّکُم اور تم سب کا بھی پروردگار ہے۔ فَاعْبُدُوْہُ صرف صرف...... صرف اسی کی عبادت کرو۔ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی بالکل سیدھا راستہ ہے۔ سادہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

اگر ہم دیکھیں تو اس بدن کے لئے اللہ نے کتنی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔ اس کی خوراک سے لے کر اس کے علاج تک، کوئی بیٹھ کر فہرست مرتب کرنے لگے تو غذاؤں کا کوئی شمار ہے نہ دواؤں کا، کتنی ہی نعمتیں ہیں اس بدن کے لئے! حالانکہ یہ تو محض ایک سواری ہے، اصل انسان تو روح ہے۔ علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ جب انسان کہا جاتا ہے تو اس سے مراد روح ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب روح بدن کو چھوڑ دیتی ہے تو بدن میت، لاش، Body یا Dead Body کہلاتا ہے۔ کوئی اسے انسان نہیں کہتا۔ لہٰذا اصل انسان روح ہے، بدن اس کا چھلکا ہے، جیسے بادام کا چھلکا اور مغز ہوتا ہے،

ہمارا مغز ہماری روح ہے۔

تو اگر اس چھلکے کے تحفظ کے لئے اتنے اہتمام ہیں تو پھر مغز کو سلامت رکھنے کیلئے، خراب ہونے سے بچانے کیلئے بھی بہت کچھ ہوگا۔ بدن کو اگر غذا، دوا، موسم کی سختی سے بچاؤ چاہئے، موسم کے مطابق گرم سرد لوازمات چاہئیں، آرام چاہیے،...... یہ فہرست اتنی لمبی ہے کہ دنیا اسی میں فنا ہوگئی ہے۔ میں کل ایک مشاعرہ سن رہا تھا۔ اس میں ایک اچھا شعر تھا مفہوم کچھ یوں تھا کہ سب کہتے ہیں دنیا فانی ہے، سب کو چھوڑ جانی ہے لیکن ہوس ہے کہ سب کی بڑھتی جارہی ہے۔ شاعر کو شاید خود بھی اندازہ نہ ہو کہ اس نے کتنے پتے کی بات کہہ دی ہے۔

بات ہو رہی تھی روح کی ضروریات اور انہیں پورا کرنے کیلئے لوازمات کی۔ بدن کی طرح شاید یہ بھی بڑا لمبا کام ہو کہ اسی کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے فرصت نہیں، ساتھ میں روح بھی شامل ہوگئی تو یہ تو لمبا کام ہو جائے گا، کیسے پورا ہوگا؟ اس مالک مطلق نے یہ مشکل ترین کام آسان ترین بنا دیا۔ یہ کام اس قدر مشکل تھا! روح کی بھوک کا پیاس کا کیسے ادراک کیا جائے؟ کونسا مشروب، کون سی غذا لائی جائے؟ بہت مشکل تھا روح کی بیماری کو تشخیص کرنا۔ ایک ٹھوس مادی بدن ہمارے سامنے ہے سارا دن اسے مشینوں میں ٹیسٹ کرواتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ بیماری کیا ہے؟ بندہ کہتا مجھے تکلیف ہے، مشین کہتی ہے بدن ٹھیک ہے۔ بات سمجھ میں نہیں آتی تو یہ معاملہ اگر روح کے معاملے میں بھی یونہی ہوتا تو کون سی مشینیں آتیں، کہاں سے ٹیسٹ کرواتے، کون سی دوا لیتے، کہاں جاتے، کیا بنتا؟ اس رب کریم نے جو کام سب سے مشکل تھا، سب سے آسان کر دیا۔ اس نے فرمایا، زندگی میں جو سب سے زیادہ کام کرو وہ اللہ کے نام کا ذکر ہے۔ ذکر کرو اور علی الدوام کرو۔

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا o وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (الحزاب : 42-41)

پس تم اللہ کے نام کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا کا انگریزی ترجمہ Round the Clock بنتا ہے۔ ہمہ وقت ذکر کرو۔ فاذکر رب اذا نسیت اگر کبھی مصروفیت میں بھول گئے ہو تو جیسے ہی یاد آئے پھر ذکر شروع کر دو۔ اللہ اللہ کرتے رہو۔ اسی سے روح کی دوا بھی ہو جائے گی، غذا بھی ہو جائے گی۔ کوئی بیماری تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تم اللہ اللہ کرتے رہو، اللہ کا نام نامی بیماری بھی تلاش کر لے گا، اس کا علاج بھی کر دے گا، اس کی بھوک پیاس کا ادراک بھی کرے گا، اسے مٹا بھی دے گا۔ اللہ اللہ کرتے رہو وہ روح کی ہر ضرورت کا ادراک بھی کرے گا، اسے پورا بھی کر دے گا۔ روح کی صحت بھی قائم رہے گی، اس کی حیات بھی کامل ہوگی۔ وہ لولی لنگڑی نہیں ہوگی وہ مر نہیں جائے گی۔ یاد رکھئے روح کی موت فنا نہیں ہے۔ قرآن نے جہاں فرمایا۔

انک لا تسمع الموتیٰ۔ (سورۃ النمل:80)

آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

یہ مت سوچئے کہ حضور ﷺ قبرستانوں میں جا کر وعظ فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام غیر ضروری ہے آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہاں وہ مردے مراد ہیں جو بظاہر تو زندہ

ہیں مگر انکی ارواح کفر میں اس قدر لتھڑ گئی ہیں کہ انہیں مردہ کہہ دیا گیا۔ ایک عرب شاعر نے کہا ہے۔

اَجْسَا مُھُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُھُمْ.

انکے جسم قبروں میں جانے سے پہلے ہی روحوں کی قبریں بن چکے ہیں۔

روح کی موت یہ ہے کہ عظمت الٰہی سے بے بہرہ ہوجائے، کفر کی تاریکیوں میں چلی جائے۔ یہ موت اس کو پھر جہنم کے عذابوں میں لے جاتی ہے۔ روح کی موت فنا نہیں ہے بلکہ اس کی موت اللہ سے دوری میں ہے اور اس کی حیات یاد الٰہی میں ہے، عظمت الٰہی کے ادراک میں ہے۔ عجیب بات ہے! اسلام نے دنیوی لذتوں آسائشوں سے منع نہیں فرمایا۔

خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا . (سورۃ البقرۃ:29)

اس نے جو کچھ زمین میں بنایا، سارے کا سارا تمہارے لئے بنایا۔

وَ سَخَّرَلَکُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۔ (سورۃ ابراہیم:33)

سورج اور چاند (تمہاری خدمت کیلئے) مسخر کر دیئے ہیں۔

یعنی روئے زمین پر سب کچھ تمہاری ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ہے اور سورج، چاند ستاروں کو تمہاری خدمت پہ لگا دیا ہے۔ ہر چیز سے استفادہ کرو۔ اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، اچھے گھر بناؤ لیکن اللہ کی کائنات میں اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے رزق کما کر، ناجائز ذرائع سے کما کر نہیں، دوسروں کا چھین کر نہیں، رشوت لے کر، چوری کر کے نہیں۔ ناجائز ذرائع سے کما کر اچھا کھانے سے حلال کی روکھی سوکھی بہتر ہے۔ اللہ نے کسی بات سے روکا نہیں۔ شادیاں کریں، اولاد پالیں، اچھا رہیں، اچھا پہنیں لیکن ایک شرط پر کہ یہ جہان اللہ کا ہے، اس نے آپ کو رہنے کے لئے عطا فرمایا ہے۔ اس کے کچھ اصول، قاعدے طریقے ہیں، ان کے مطابق رہو اور مزے کرو۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام پر چلنا مشکل ہے وہ دراصل اسلام پر چلنا نہیں چاہتے۔ وہ اسلام کی حدود کو پھلانگ کر اپنی پسند سے جینا چاہتے ہیں ورنہ دنیا میں جتنے بھی زندگی گزارنے کے طریقے یا انداز ہیں، ان سب سے آسان طرزِ حیات اسلام ہے۔ یہ سب سے پر امن، سب سے پرسکون راستہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہو۔

اللہ کو اللہ ماننا اور اپنی مرضی کے اوصاف اس کے ساتھ منتھی کر دینا یہ کام تو ساری دنیا کرتی ہے۔ دنیا میں معدودے چند لوگ ہیں جو وجودِ الٰہی کے منکر ہیں۔ جو اللہ کی بجائے زمانے کو ہر کام کا کرنے والا مانتے ہیں۔ جنہیں دہریے کہا جاتا ہے۔ باقی جتنے مذاہب باطلہ ہیں سب کے ہاں اللہ کا تصور موجود ہے۔ لیکن وہ اسے اپنے انداز سے مانتے ہیں۔ اسے ان صفات سے متصف کرتے ہیں جو ان کو چاہئیں۔ کہتے ہیں بڑا تو وہ ہی ہے مگر اس نے ہمارے اس بت کو دولت بانٹنے کی طاقت دے رکھی ہے، فلاں بت کو اولاد دینے کا اختیار دے رکھا ہے، فلاں بت کو بیماری سے شفا دینے کی طاقت دے رکھی ہے لیکن بڑا تو وہ ہی ہے۔

اللہ کو اللہ ماننا اور ایسا ماننا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ منواتے ہیں یہ اسلام ہے۔ اللہ کو ایسا مانا جائے جیسا کہ آپ ﷺ اس کی ذات اور صفات کو منواتے ہیں۔ یہ عقیدہ و ایمان کی بنیاد ہے۔ اب حضور ﷺ کے فرمان کو کوئی تب ہی مانے گا، جب حضور ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرے گا۔ پھر ایمان مکمل ہوگا اس کے بعد عمل

کی باری آتی ہے۔ پھر جتنی غلطیاں، کوتاہیاں ہوں گی ہر کوتاہی کا ایک عجیب اثر ہوتا ہے۔ بدپرہیزی بیمار تو کرتی ہی ہے ہر غلط جملہ، ہر بری بات، ہر برا عمل ایک اثر چھوڑتا ہے۔ کردار کی بدپرہیزی روح کو بیمار کر دیتی ہے اور روح کی بیماری اللہ سے دوری ہے۔ غلط سوچ، قول اور فعل سے روح پر تاریکی اور حجابات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر تاریکی اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ روح کو اپنے اندر ڈبو لے تو اچھا خاصا مسلمان بھی عقیدہ چھوڑ کر کسی غیر اسلامی عقیدے کو اپنا لیتا ہے۔ آج کل آپ دیکھتے ہیں کہ اچھے بھلے نیک گھرانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اللہ کے وجود سے ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ گناہوں کی تاریکیاں بڑھتے بڑھتے روح کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ کریم نے یہ معاملہ بھی آسان کر دیا کہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرو تو از خود روح کی قوت بڑھتی چلی جائے گی، جلا بڑھے گی، صحت ٹھیک ہوگی، اس کی توجہ اللہ کی طرف ہوتی چلی جائے گی۔ ہم جب کہتے ہیں کہ یار ذکر کرنے کو میرا دل نہیں چاہتا تو بیمار کا کھانے کو کب جی چاہتا ہے؟ ایک آدمی کو °104 بخار ہے آپ اس سے کہتے ہیں کہ اٹھو بھائی بڑے مزے کی سبزی پکی ہے، گوشت پکا ہے کھالو تو وہ کہتا ہے کہ دفع کرو یار مجھے ایک گھونٹ پانی کا دے دو حلق سوکھ رہا ہے میں کھانے کو کیا کروں۔ اسی طرح ذکر تو روح کی غذا تھی اس کا دل کیوں نہیں کرتا ذکر کرنے کو؟ دراصل روح کو تو ہم نے بیمار کر دیا، کوئی بدپرہیزی ہوگئی ہوگی۔ رات بھی ایک ای میل تھی، "میرے لئے دعا کریں میں نماز پڑھنے لگوں"۔ اب یہ فلسفہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اگر آپ نماز پڑھنا نہیں چاہتے، نہیں پڑھتے تو میں کیا دعا کروں؟ دعا عبادت ہے اور عبادت کا مغز ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃ" اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ دعا عبادت کا مغز ہے۔ لیکن بتائیے میں دعا کس سے کروں؟ اللہ نے حکم دیا ہے کہ میرے بندے تو میری عبادت کر، اس طریقے سے نماز پڑھ۔ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا، قرآن نازل فرمایا، سکھایا، سمجھایا، نماز کا طریقہ بھی اور اوقات بھی۔ وہ بندہ پھر بھی نماز نہیں پڑھتا۔ اب وہ مجھ سے کہے گا، آپ سے کہے گا، جاؤ جا کر اللہ سے عرض کرو میں نماز پڑھنے لگوں۔ تو کیا وہ بے نیاز یہ نہیں فرمائے گا کہ تم کون ہوتے ہو درمیان میں آنے والے؟ میں نے اسے پیدا کیا، میں نے ساری نعمتیں دیں، زندگی دی، شعور دیا، پھر میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا، قرآن اتارا اپنے احکام نازل کئے اس بندے کیلئے اور اس سے کہا نماز پڑھو۔ وہ پھر بھی نہیں پڑھتا تو تم سفارشی کہاں سے آ گئے ہو درمیان میں۔ آپ اپنے دنیوی نظام میں دیکھ لیں۔ آپ کے ضلع یا صوبے کا کوئی افسر، کوئی چیف منسٹر کسی کو حکم دیتا ہے کہ اس طرح کرو۔ پھر وہ اپنے ماتحت کو آپ کی طرف بھیجے گا لیکن آپ کہتے ہیں یار افسر سے کہو ایک بار آ کر پھر مجھ سے یہ کام کرنے کو کہے یا تم میرے ساتھ لگو تو مل کر کام کریں گے۔ اسی سے سمجھ لیں کہ یہ کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ جی دعا کریں میں نماز پڑھنے لگ جاؤں۔ نماز نہیں پڑھتے تو توبہ کرو، اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ رکھو، خود اس سے بات کرو کہ اے اللہ تو مجھ سے خفا ہے، مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے، کوئی غلطی ہوگئی ہے؟ مجھے سمجھ دے کہ میں کہاں کوتاہی کر رہا ہوں۔

آج کے دور میں سب سے پہلے اپنے روزی کے وسائل کو دیکھو، کہیں حرام تو نہیں کھا رہے۔ یہاں بندہ بندہ سود کھا رہا ہے۔ سود کھا کر نہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں نہ ذکر کئے جا سکتے ہیں، سود کھا کر

دل روشن نہیں ہوتے۔ دو باتیں یہود کے سب سے زیادہ مردود ہونے کی وجہ تھیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی یہ کہ سود کھاتے تھے اور دوسرے جھوٹ سنتے تھے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۔

(سورۃ المائدہ:42)

جھوٹ بولتے نہیں جھوٹ سنتے بھی تھے۔ جھوٹ بولنا تو بہت بڑی بات ہے جھوٹ سن کر خوش ہوتے تھے۔ اب عالم یہ ہے کہ کھانا حرام ہے، سننے کو سارا دن جھوٹ ہے تو اللہ اللہ اور نمازیں کہاں ہوں گی۔ اب پورے ملک کا نظام سودی ہے جو ہمارے بس میں نہیں، اس سے تو اللہ معاف فرمائے۔ لیکن یہ کیا کہ ہر ایک نے پیسے سود پہ جمع کروا رکھے ہیں سود کھا رہے ہیں کہ جی یہ آسان آمدنی ہے میرے پاس پندرہ لاکھ روپے ہیں، خرچ کرتا ہوں تو ختم ہو جاتے ہیں اس طرح تو ہر مہینے پیسے مل جاتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ سارا دن ٹی وی پر اسکے اشتہار آتے ہیں۔ دو چار ہزار کا ایک موبائل ہے سارا دن اشتہار آتے ہیں کہ کالیں کرو تو ہر ہفتے ایک کار نکلے گی، بنگلہ نکلے گا وغیرہ وغیرہ۔ ساری قوم کو جواری بنا دیا گیا ہے۔ ہر بندہ خوش ہے کہ بس میں صرف کال کروں گا اور سارے کالیں کرتے ہیں۔ دو کروڑ، چار کروڑ بندے کال کریں، دس روپے فی کال بھی دیں تو کتنے بن جائیں گے، ایک کروڑ بندہ بھی دس روپے کی کال کرے تو دس کروڑ بنتے ہیں۔ اس میں سے دس لاکھ کی ایک کار دے دی تو ان کا کیا بگڑا؟ اور یہ جواء ہے اور حرام ہے۔ اور جھوٹ سننے کیلئے آپ کے ذرائع ابلاغ ہی کافی ہیں۔ کوئی اخبار اٹھا کر پڑھ لیں، کوئی ٹی وی پروگرام ایک گھنٹہ سن لیں وہ چوبیس گھنٹے کی عبادت ضائع کرنے کے لئے کافی ہے، چوبیس گھنٹے کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔ ہماری تو قیادت بھی جھوٹ بولتی ہے۔ آج ایک دوسرے کو چور اچکا اور ڈاکو کہتے ہیں عدالتوں میں ایک دوسرے پر دعوے دائر کرتے ہیں پھر دونوں فریق ایک دوسرے کو شریف کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم دونوں شریف ہیں تم بھی وزیر بن جاؤ میں بھی وزیر بن جاتا ہوں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ کون سی بات سچ تھی، آج والی یا کل کی؟ اس قوم کی قسمت ہے کہ اس کے قائد بھی اس سے جھوٹ بولتے ہیں۔ جو چور ہیں وہ تو چوری کرتے ہیں، جو پہرے دار ہیں، چوری وہ بھی کر جاتے ہیں۔ عجب عالم ہے کسی کو کہیں مار دو، کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میرے خیال میں گذشتہ دس سالوں میں جتنے دہشت گرد پکڑے گئے ہیں، ہم نے تو آج تک کسی کو سزا ہوتے نہیں دیکھی۔ پکڑے جاتے ہیں پھر کوئی پتہ نہیں دیتا کہ وہ کونسا چور دروازہ ہے جدھر سے وہ نکل جاتے ہیں؟ اس افراتفری کے عالم میں بھی اگر کوئی محفوظ رہنا چاہے، مزے کی زندگی جینا چاہے تو فرمایا اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا. تم میرے ساتھ رہو، میرے پاس رہو، میری رحمت کے زیر سایہ رہو تو ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے، بالاتر ہو جاؤ گے۔ یہ سارے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ تمہارا جسم ہی نہیں، تمہاری روح تک محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میں لاشریک ہوں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو میرے ہوتے ہوئے کسی اور پہ بھروسہ نہ کرو، کسی اور کو کارساز نہ سمجھو اور نہ ہی کسی غیر سے امیدیں وابستہ کرو میں لاشریک ہوں۔ جب ایسا تعلق قائم ہو جائے گا تو پھر نمازیں بھی پڑھی جائیں گی، سجدے بھی دے سکو گے، ذکر بھی ہو سکے گا، معمولات بھی

ٹھیک ہوجائیں گے لیکن پہلے ہر طرف سے ساری امیدیں توڑ کے میری ذات کے ساتھ وابستہ ہوجاؤ۔ کتنی کھلی، کھری اور سادہ سی بات ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ (سورۃ المریم:37)

لوگ اس میں سے بھی الگ ہوگئے اور فرقے فرقے بن گئے۔ یعنی اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننے میں، اس کی عبادت واطاعت کرنے میں، اسے ہر امید کا مرکز ماننے میں بھی لوگوں نے اختلافات پیدا کردیئے۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ اس میں بھی باہم اختلاف پیدا کرکے فرقے فرقے ہوگئے۔ یا اللہ ایسا کیوں ہوا یہ تو بڑی سادہ حقیقت تھی۔ فرمایا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ اصل بات یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ انہیں آخرت اور قیامت بھول گئی ہے۔ گمراہی کا بنیادی سبب روزِ قیامت سے بے بہرہ و بے پرواہ ہوجانا ہے۔ قرآن نے اس مرض کی تشخیص کی ہے۔ اللہ و رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، قرآن ارشاد فرماتا ہے، پھر بھی لوگ ہیں کہ سود کھا رہے ہیں، چوری کررہے ہیں، رشوت لے رہے ہیں اور پھر نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں، عمرے بھی ہورہے ہیں اور دکان پر جاؤ تو ڈنڈی مارنے سے بھی باز نہیں آتے! یہ کیا تماشہ ہورہا ہے؟ انہیں دراصل آخرت پر یقین نہیں رہا اور جسے آخرت پر یقین نہیں رہا فویل بس پھر اس کے لئے بربادی ہے، اسے اجڑا ہوا، برباد شدہ سمجھو کہ اس کے اپنے یقین میں کمزوری ہے حالانکہ آخرت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہر کوئی جارہا ہے ہر آنے والا جائے گا۔ اللہ کی روبرو سب نے پیش ہونا ہے۔ میرے بھائی اللہ کے حکم کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال لو زندگی نبی اکرم ﷺ کی سنت کے سانچے میں ڈھال لو۔ میں جانتا ہوں نہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس کتنی فرصت باقی ہے۔ کوئی لمحہ بھی حیاتِ دنیوی کا آخری لمحہ ہوسکتا ہے۔

اور وہ تو بڑا کریم ہے۔ اس نے بڑی آسان سی بات کہی ہے کہ کہیں بھی جاچکے ہو، خلوصِ دل سے توبہ کرکے واپس آجاؤ، میں سب خطائیں معاف کردوں گا۔ نہ صرف معاف کردوں گا بلکہ خطاؤں کو نیکیوں میں بدل دوں گا۔

يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (سورۃ الفرقان:70)

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ اللہ توبہ کے پانی سے دھوکر انہیں نیکیاں بنا کر ان کا ثواب لکھ دے گا لیکن کوئی توبہ کرے تو سہی۔ تو میرے بھائی زندگی کا آسان راستہ اختیار کرو۔ اس دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت و برزخ میں بھی۔ اللہ پاک مجھے اور آپ کو، ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

دعائے مغفرت

۱۔ سلسلہ کے ساتھی محمد ارشد بیگووال سیالکوٹ وفات پاگئے ہیں۔

۲۔ گوجرانوالہ کے ساتھی اشفاق کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں ہیں۔

۳۔ گوجرانوالہ کے ساتھ ملک حاجی عبدالوحید وفات پاگئے ہیں۔

۴۔ خانیوال سے سلسلہ کے ساتھی ماہر دائم ہراج کی والدہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔

ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مغربی عہد اقتدار میں دنیا کے معنوی خسارے

سید ابوالحسن علی ندوی

ان کے جلیل القدر خلیفہ حضرت سید آدم بنوریؒ (م۱۰۵۳ھ) کی خانقاہ میں ایک ایک ہزار آدمی روزانہ ہوتے تھے جو دونوں وقت خانقاہ میں کھانا کھاتے تھے۔ان کی سواری کے ساتھ ہزاروں ہزار آدمی اور سیکڑوں علماء ہوتے تھے۔"تذکرہ آدمیہ" میں ہے کہ ۱۰۵۲ھ میں جب آپ لاہور تشریف لے گئے تو سادات ومشائخ اور دوسرے طبقوں کے دس ہزار آدمی آپ کے ہمرکاب تھے۔طالبین کا اتنا مجمع ہر وقت رہتا تھا کہ شاہجہان کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔اس نے کچھ رقم بھیج کر کہلوایا کہ آپ پر حج فرض ہوگیا ہے، آپ حرمین تشریف لے جائیں چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔

مجدد صاحب کے نامور خلیفہ اور صاحب زادہ حضرت خواجہ معصومؒ (م۱۰۷۹ھ) کے ہاتھ پر نو لاکھ انسانوں نے بیعت و توبہ کی اور سات ہزار آدمی خلافت سے مشرف ہوئے (نزہت الخواطر۔جلد پنجم)۔

ان کے صاحبزادہ شیخ سیف الدین سرہندیؒ (م۱۰۹۶ھ) کی خانقاہ (دہلی) میں طالبین کے ہجوم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صاحب "ذیل الرشحات" کے بیان کے مطابق ایک ہزار چار سو آدمی دونوں وقت ان کے دسترخوان پر اپنی فرمائش اور خواہش کے موافق کھانا کھاتے تھے۔(نزہت الخواطر جلد پنجم)

امراء و اہل ثروت کا بزرگان دین سے جو تعلق (دینی محبت و احترام کی بنا پر) تھا، اس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ (م۱۱۵۱ھ) جب مکان سے مسجد تشریف لے جاتے تو امراء راستہ میں دوشالے اور رومال بچھا دیتے کہ آپ کا پاؤں زمین پر نہ پڑے، کسی مریض کی عیادت یا کسی اور کام کے لئے کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو آپ کی سواری بادشاہوں کی طرح نکلتی اور آپ کے جلو میں امراء اور اہل دولت کی پالکیاں اور سواریاں ہوتیں۔(درالمعارف، ارشاد رحمانی، نزہت الخواطر)

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد تجارت میں انقلاب حکومت سے کچھ پہلے تک یہ ذوق پورے طور پر موجود تھا۔حضرت شاہ غلام علیؒ (م۱۲۴۰ھ) (خلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ) کے عہد میں دہلی کی خانقاہ مجددیہ طالبین کا بہت بڑا مرکز تھی۔سر سید احمد خاں مرحوم "آثار الصنادید" میں لکھتے ہیں۔

"میں نے حضرتؒ کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے۔حضرتؒ کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا۔" (آثار الصنادید، باب چہارم)۔

شاہ رؤف احمد مجددی" "درالمعارف" میں صرف ایک روز کے طالبین کے مقامات کی فہرست لکھتے ہیں جو ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۱ھ کو دہلی کی اس خانقاہ میں استفادہ کے لئے حاضر تھے: "سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، کشمیر، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رام پور، بریلی، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد، پونہ وغیرہ" (درالمعارف صفحہ 106)

اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ ریلیں تھی نہ آمدورفت کی وہ سہولتیں جو آج حاصل ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے اسی دور میں انگریزی عملداری سے کچھ پہلے حضرت سید احمد شہید" (۱۲۴۶ھ) اوران کے جلیل القدر رفیقوں، مولانا عبدالحی برہانوی" (م۱۲۴۲ھ) اور مولانا اسمٰعیل شہید" (ش۱۲۴۶ھ) اوران کے مخلص مبلغوں نے مسلمانوں کوخدا اوررسول کی طرف رجوع کی دعوت دی اور"فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ" (اللہ کی طرف بھاگو) کی صدا بلند کی اور غفلت اور معصیت اور خلاف شرع زندگی کے خلاف جدوجہد شروع کی۔ مسلمانوں نے جس ذوق وشوق کے ساتھ اس دعوت پر لبیک کہی اور جس طرح پروانہ واراس جماعت کے امیر کے گرد جمع ہوئے جس عالی حوصلگی اورفراخ دلی کے ساتھ اس کے وفود کا خیر مقدم کیا اوراپنی دینی محبت و تواضع کا ثبوت دیا پھر جس طرح ہندوستان میں اسلام کے سارے باغوں کے بہترین پھولوں کا عطر کھنچ کران کے پاس پہونچ گیا۔ (جو۱۲۴۶ھ کے واقعہ میں بالاکوٹ کی مٹی میں مل گیا) اس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تنزل کے دور میں بھی مسلمانوں میں دین کی کتنی طلب اور خداطلبی کا کیساذوق اورنشہ اورکیسی عالی ہمتی اور کتنی اچھی صلاحیت اوراستعداد تھی۔

مسلمانوں کے اس دینی ذوق کا اندازہ ان تبلیغی سفروں کی روداد سے ہوگا جو سید صاحب" نے بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ دو آبہ کے قصبات اورشہروں میں اور پھر اودھ میں کئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو،"سیرت سید احمد شہید" طبع ثالث)

مسلمانوں کے ذوق واشتیاق کا مزید اندازہ سید صاحب" کے سفرحج سے ہوگا جو آپ نے ۱۲۳۶ھ میں کیا۔ اس پورے سفر میں ہندوستان کا وہ مشرقی خطہ جواب تین صوبوں (صوبۂ متحدہ، بہاراور بنگال) پر مشتمل ہے، اس قافلہ کی گزرگاہ تھا، مسلسل جنبش اور حرکت میں تھا، ہرجگہ دین کے طالب مسلمان پروانوں کی طرح گرتے تھے، معصیت اورغفلت کی زندگی سے توبہ کرتے تھے اورخدا سے نیا عہد وپیمان باندھتے تھے۔ دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جوق درجوق آتے تھے اور بیعت وتوبہ کرتے تھے۔ اہل شوق اپنے مواضعات اور مقامات پر لے جاتے تھے، متوسط الحال لیکن بلند ہمت مسلمان پورے قافلہ کی (جس میں کلکتہ پہنچتے پہنچتے ساڑھے سات سو آدمی ہوگئے تھے) اور ان صدہا مسلمانوں کی جوقرب وجوار سے جمع ہوجاتے تھے دل کھول کرکئی کئی دن ضیافت کرتے تھے۔ مسلمان رؤساء شاہانہ اولوالعزمی سے دین کے کام میں اپنی دولت صرف کرتے تھے۔ شیخ غلام علی صاحب رئیس الہ آباد نے بارہ پندرہ دن میں مجموعی طور پر بیس ہزار روپے صرف کئے ان کے دسترخوان پر دونوں وقت سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے تھے۔ بعض لوگوں کا تخمینہ تھا کہ ایک ہزار روپیہ روزانہ کھانے پر صرف ہوتا تھا (مخزن احمدی (فارسی) ازمولوی محمد علی صاحب مرحوم، متوفی 1266ھ)

کلکتہ میں دو مہینے قیام رہا، روزانہ ایک ہزار آدمی کے قریب بیعت سے مشرف ہوتے۔ نماز فجر کے بعد سید صاحب نے

پندرہ بیس روز تک وعظ فرمایا، دو دو ہزار امراء اور علماء اور درویش ہر روز آتے تھے اور غربا کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ مولانا عبدالحی صاحب جمعہ و سہ شنبہ کو نماز ظہر کے بعد سے شام تک وعظ فرماتے تھے اور لوگ پروانہ وار جمع ہو جاتے تھے۔ روزانہ 10-15 ہندو مسلمان ہوتے۔(وقائع احمدی)

اصلاح و دین داری، توبہ و انابت کی اس عمومی فضا کا اثر یہ ہوا کہ کلکتہ میں یک لخت شراب کمپنی موقوف ہوگئی۔ دوکانداروں نے جا کر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلاعذر ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں۔ جب سے ایک بزرگ اپنے قافلہ کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں۔ انہوں نے کل مسکرات (نشہ آور چیزوں) سے توبہ کی ہے، اب کوئی ہماری دوکانوں کی طرف ہو کر بھی نہیں نکلتا۔(وقائع احمدی)۔

دین اور اہل دین کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب حجاج کا یہ قافلہ جو سات سو آدمیوں پر مشتمل تھا مکہ معظمہ سے واپسی میں مرشد آباد کے قریب دیوان غلام مرتضیٰ کے دولت خانہ پر مقیم ہوا تو دیوان صاحب نے بھرے بازار میں اعلان کر دیا کہ سید صاحب کے قافلہ کا جو آدمی اس بازار سے کچھ خریدے یا کسی دستکار سے کام لے تو اس کی قیمت و اجرت میرے ذمہ ہے۔ سید صاحب نے ان کو سمجھایا کہ آپ اس قدر زیر بار کیوں ہوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کسی مسلمان کے گھر کوئی حاجی آ جاتا ہے تو اس کی بڑی سرفرازی ہوتی ہے، میں اپنی قسمت پر جو کچھ ناز کروں کم ہے کہ اتنے حجاج نے مجھے سرفراز فرمایا(منظورۃ السعدیٰ از مولوی سید جعفر علی نقوی، متوفی 1288ھ)۔

پھر جب سید صاحب " نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی تو مسلمانوں نے گرم جوشی کے ساتھ قبول کی، کاشتکار ہل چھوڑ کر، تاجر دکانیں بند کر کے، ملازم اپنے آقا کو سلام کر کے، امراء اپنے محلوں سے نکل کر، علماء اور مشائخ مسند درس و ارشاد چھوڑ کر ساتھ ہو گئے اور کسی نے پلٹ کر اپنے گھر کو نہ دیکھا یہاں تک کہ ان سرفروشوں کی آخری جماعت نے بالاکوٹ کی تنگ اور سنگلاخ گھاٹی میں ان پتھروں اور چٹانوں کے درمیان (جن میں مسافر کا چلنا بھی آسان نہیں) اپنے سے دس گنا حریف کے مقابلہ میں جان دی اور مرتے مرتے بھی گھر کو یاد نہ کیا۔

یہ ساری تفصیل اس لئے لکھی گئی ہے کہ اس کا اندازہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے برائے نام اقتدار کے بالکل آخری دور میں اور ان کے تنزل و انحطاط کے شباب کے زمانہ میں بھی لیکن مغربی استیلا و تغلب کے عہد سے پہلے مسلمانوں میں کتنی دینی طلب اور قدر اور کس قدر دین کا ذوق و احساس اور کس قدر عالی ہمتی اور بلند حوصلگی تھی۔

انگریزی عملداری کے ابتدائی دور میں بھی جب کہ مغربی تہذیب و تعلیم اور اخلاق و سیاست کا اثر ہندوستان کی عام زندگی پر نہیں پڑا تھا، پہلے دور کے اثرات موجود تھے۔ اگرچہ ان کا دم واپسیں تھا اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی "(۱۲۰۸-۱۳۱۳ھ) جیسے بزرگ جنہوں نے دونوں دور اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اپنے زمانہ کی دینی ویرانی پر حسرت کرتے تھے اور بڑے درد سے فرماتے تھے۔

جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

لیکن اگرچہ باد خزاں چلنے لگی تھی مگر خزاں کا دور دورہ نہیں ہوا تھا خدا طلبی کا ذوق موجود تھا۔ اہل اللہ سے تعلق اور اصلاح و تربیت زندگی کا ایک ضروری شعبہ سمجھا جاتا تھا، اہل علم و اہل دین کو

چھوڑ کر عام کاروباری مسلمان اور دنیا دار امراء بھی اس خیال سے خالی اور اس شوق سے محروم نہ تھے۔ بڑے بڑے مرکزی شہروں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے قصبات اور گاؤں بھی مردانِ خدا سے معمور تھے، خدا کی طرف بلانے والے اور اللہ کا نام سکھانے والے مسلمانوں کی آبادیوں اور شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں اس طرح تسلسل کے ساتھ پائے جاتے تھے کہ مشکل سے کوئی کونہ ان کے وجود سے خالی ہوگا۔ آج سے تیس چالیس برس پہلے کے ہندوستان پر نظر ڈالئے یا معمر بزرگوں سے سنئے ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک چراغوں کی ایک قطار نظر آئے گی۔

رفتہ رفتہ یہ چراغ سحر ایک ایک کر کے بجھنے شروع ہوئے، دیئے سے دیا جلنا تو عرصہ سے موقوف ہوگیا تھا، یہ رہے سہے دیئے بھی گل ہوگئے۔ موسم نے رفتہ رفتہ پورا اثر کیا، فصل خزاں میں درختوں کو ہلاتے اور سوکھے پتے گراتے کس نے دیکھا ہے لیکن موسم اور ہوا کی تاثیر ہے کہ پتے اور پھول سوکھ سوکھ کر خود جھڑ جاتے ہیں۔ انگریزی عملداری کی طرف سے کبھی یہ اعلان نہیں ہوا کہ خانقاہیں بند کردی جائیں اور اصلاح وارشاد کی بساط تہہ کردی جائے اس کے برعکس اس زمانہ میں سفر کی بڑی سہولتیں پیدا ہوگئیں اور دور دراز کے مقامات پر پہنچنا پہلے سے بہت آسان ہوگیا مگر دلوں سے وہ طلب اور شوق ہی نکل گیا جو سمرقند و بخارا سے طالبین کو پیادہ پا دلی لایا کرتا تھا۔ اس نے اس درخت پر تیشہ کبھی نہیں چلایا اور اس کو کبھی آگ نہیں دی، مگر جڑ کو پانی نہ پہنچنے اور موافق ہوا اور فضا نہ پانے کی وجہ سے اس کی شاخیں خود سوکھتی چلی جارہی ہیں اور پھلنا پھولنا اس نے عرصہ سے چھوڑ دیا ہے۔

زندگی میں خدا طلبی کا کوئی خانہ اور چھوٹے سے چھوٹا گوشہ بھی نہیں رہا، قلب وروح کی جگہ بھی معدہ اور شکم نے پر کردی۔ زندگی کی تمام بلند اور لطیف حقیقتیں اوجھل ہوگئیں۔ اب مدت سے ہاتفِ غیب کی زبان پر ہے۔

نہ ڈھونڈھ اہل دل کو اب کہ جوش قلزم فنا
متاع درد جن میں تھی وہ کشتیاں ڈبو چکا

دنیا طلبی کا بحران

خدا طلبی کے بجائے اب یہ دنیا طلبی کا دور ہے اور اس سے کہیں زیادہ زور شور کے ساتھ آیا ہے۔ اس مغربی تہذیب واقتدار کے دور میں دنیا طلبی اور شکم پری کا جو طوفان آیا ہے اس کے لئے بحران وہذیان سے کم الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ مال ودولت کی ایک نہ مٹنے والی بھوک اور ایک نہ بجھنے والی پیاس ہے جس کو جوع البقر کہئے یا استقا کا مرض، ہر طرف ''ھل من مزید'' کی صدا بلند ہے، زندگی کی ہوس اتنی بڑھ گئی ہے اور معیار اتنا بلند ہوگیا ہے کہ مسافر طمع کو کسی منزل پر قرار اور طائر حرص کا کسی بام بلند پر بھی آشیانہ نہیں۔ دولت اور عزت وجاہ کی کوئی بڑی سی بڑی مقدار اور اونچی سے اونچی سطح تشفی کے لئے کافی نہیں۔

مغربی تہذیب واقتدار کے اس دور میں درحقیقت نہ علم کا حقیقی ذوق ہے نہ دین کا، نہ کوئی اور ذوق لطیف کام کررہا ہے۔ بالشت بھر پیٹ نے زندگی کی ساری وسعت گھیر لی ہے۔ عالم خیال میں کتابیں تصنیف کرنے والے خوش فکر مصنفین جو چاہیں لکھیں، عملی زندگی میں اس وقت صرف ایک قوت محرکہ اور ایک زندہ حقیقت پائی جاتی ہے اور وہ پیٹ ہے یا جیب ہے۔

کسی زمانہ کے ذوق اور رجحان عام اور حقیقی مسئلہ زندگی کا صحیح اندازہ ان کتابوں سے نہیں ہوتا جو اس زمانہ میں تصنیف کی جاتی ہیں (اگرچہ عام ذوق ورجحان کے اثرات سے کتابیں بھی محفوظ نہیں ہوتیں اور وہ کئی کئی پردوں سے بھی جھلکتا ہے) لیکن بعض اوقات یہ

مصنفین اپنے انفرادی ذوق یا قوم کی کسی مختصر جماعت کے رجحان کے نمائندے ہوتے ہیں اور بعض اوقات واقعات کے بجائے اپنی خواہشات کو واقعات کے طور پر پیش کرتے ہیں زمانہ کے ذوق اور رجحان کا حقیقی اندازہ روزمرہ کی زندگی، بے تکلف گفتگو، مجالس کے موضوع سخن اور لوگوں سے ملنے کے بعد ہوتا ہے۔ بقول اکبر مرحوم:

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

اس اصول پر ریل کے طویل سفروں میں، صبح وشام کی سیر میں، چائے اور کھانے کی میز پر، پارک اور سیرگاہوں کے سبزہ اور نشستوں پر، احباب ورفقاء کی بے تکلف گفتگو کے موقع پر کان لگا کر سنئے، کیا موضوع ہے؟

تنخواہوں کی کمی بیشی، افسروں کی رضا مندی و نارضا مندی، حکام کا تبادلہ اور ان کے مزاج و معاملہ پر تنقید، تجارتوں کا منافع، ٹھیکوں کے احکامات، بینکوں کے حسابات، شرح سود، کمپنیوں کے حصص، انشورنس کمپنی پالیسی، پنشن اور پراویڈنٹ فنڈ، سبکدوشی کے بعد ملازمت کے امکانات، فتوحات کے واقعات، خوش قسمتوں پر رشک، بدقسمتوں پر تأسف، اور اسی قبیل کی باتوں کے سوا آپ کوشش کے باوجود بھی کوئی موضوع گفتگو نہیں پائیں گے یا پھر سیاسی حالات اور ان پر تبصرہ۔

اخلاقی تغیر و زوال

مشرق میں جب اول مغربی تاجر پھر فاتح آئے ہیں تو یہاں عرصہ سے اخلاقی انحطاط شروع ہو چکا تھا، مشرقی اور اسلامی تہذیب کی خصوصیات یا تو روبہ تنزل تھیں یا ان میں افراط و تفریط اور تحریف شروع ہو چکی تھی لیکن پھر بھی بعض ایسے اخلاقی خصائص پائے جاتے تھے، اور اس میں ایسی ترقی ہو چکی تھی، جس کا تصور بھی اس زمانہ میں مشکل ہے۔

اسلامی مشرق میں افرادِ معاشرہ کے باہمی تعلقات اتنے مستحکم دیرپا اور عمیق تھے، جو اس زمانہ کے تصور سے بالاتر ہیں، اولاد کی محبت والدین کے ساتھ، والدین کی شفقت اولاد کے ساتھ، خورد کی تعظیم بزرگ کے لئے، بزرگ کی تواضع وشفقت، عورت کی عفت مآبی ازدواجی وفاداری، ملازم کی نمک حلالی اور امانت داری، نوجوانوں کی اخلاقی استقامت، شرفا کا معاملہ وسلوک، تعلقات و ملاقات، اوقات و معمولات، لباس و معاشرت میں کامل یکسانی اور وضعداری، دوستوں کے لئے ایثار وقربانی اور ہمدردی اس میں سے ہر ایک ایسا وسیع عنوان ہے، جس کے ماتحت ایسے واقعات ہیں جن کو زیادہ زمانہ گزر جانے کے بعد آسانی سے باور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ابھی ان کے باور کرنے کے اسباب وقرائن موجود ہیں۔

اسلامی ماحول کے دور آخر تک شریف وبااصول انسان کا ضمیر اس کی عزت و آبرو مذہبی عقیدہ کی طرح ایک ایسی ناقابل فروخت چیز سمجھی جاتی تھی، جس کا دنیا میں سودا نہیں ہو سکتا تھا، اور جو بڑی سے بڑی قیمت پر فروخت نہیں کیا جاتا تھا، 1857ء کے آگے پیچھے مسلمان شرفا کی متعدد نظیریں ملیں گی کہ انہوں نے اپنا خون گوارا کیا، لیکن ضمیر کا خون کرنا پسند نہیں کیا اور اس لئے گولی کھائی یا پھانسی پر چڑھے کہ جھوٹ بولنا منظور نہ تھا، اور جان بخشی کے لئے ضروری تھا کہ وہ جھوٹ بول کر اپنی صفائی پیش کریں، اور ہنگامہ میں شرکت سے انکار کریں، جو ان کے نزدیک خلاف واقعہ اور خلاف ضمیر بات تھی۔ قومی وملی باتوں میں بھی وہ اس طرح سچے ثابت ہوتے تھے جس طرح شخصی وخاندانی معاملات میں۔

انگریزی علمداری کی ابتداء کا واقعہ ہے کہ ضلع مظفرنگر کے قصبہ کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو مسلمانوں کا تنازعہ ہوا کہ یہ

ہندوؤں کا معبد ہے یا مسلمانوں کی مسجد، انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے، جس کی صداقت پر آپ اعتماد کرسکتے ہیں، اور جس کی شہادت پر فیصلہ کردیا جائے، انہوں نے کہا کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں، ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ بڑی آزمائش کا موقع ہے، معاملہ قومی ہے لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے، شاید وہ اس موقع پر بھی سچی ہی بات کہیں، یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحبؒ (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) کے خاندان کے ایک بزرگ تھے، مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپراسی بھیج کر عدالت میں طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا کبھی منہ نہیں دیکھوں گا، مجسٹریٹ نے کہلوایا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں لیکن تشریف لے آئیں، معاملہ اہم ہے اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر فیصلہ نہیں ہوسکتا وہ بزرگ تشریف لائے اور پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوگئے، معاملہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا، اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا علم ہے، ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر ہیں اور کان ان کے جواب پر لگے ہوئے تھے، جن پر اس اہم قومی معاملہ کا فیصلہ ہونا تھا، ان بزرگ نے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں، عدالت کا فیصلہ ہوگیا، جگہ ہندوؤں کو مل گئی، مسلمان مقدمہ ہار گئے، لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی، صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرہ نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل و دماغ جیت لئے بہت سے ہندو اسی روز ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔

ضمیر کے علاوہ علم و دانش اور دماغی قوت و ذہانت بھی ایک ایسی مقدس اور قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی جس کو ہر کس و ناکس کے ہاتھ اونے پونے فروخت نہیں کیا جاتا تھا جو لوگ اس بارے میں بلند مقام پر تھے وہ تو کسی قیمت پر بھی ان کو فروخت کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اور اس کو اللہ کا بیش قیمت عطیہ اور امانت سمجھتے تھے، خصوصاً کفر و فسق کی بلاواسطہ یا بالواسطہ اعانت و تقویت میں اس کو صرف کرنا یا کسی غلط نظام کا آلہ کار بننا تو بہت بڑی خیانت اور دین فروشی سمجھتے تھے۔

اس اخلاقی بلندی اور کردار کا مقابلہ اس زمانہ کی دانش فروشی سے کیجئے اس زمانہ کے اہل دانش نے اپنے علم، لیاقت اور ذہانت کو نیلام پر چڑھا رکھا ہے کہ جو زیادہ بولی بولے گا اس کے ہاتھ فروخت کردیں گے، اگر کوئی اسلامی ادارہ سو (100) دے رہا ہے، اور کسی نصرانی ادارے نے ایک سو پانچ (105) لگائے تو اس کی طرف منتقل ہوگئے اور اگر کوئی یہودی اسٹیٹ قائم ہوجائے اور وہ پانچ بڑھا کر بول دے تو اس کے ہاتھ بک جائیں گے۔

یورپ میں لذتیت اور افادیت کے دو اخلاقی فلسفے اور مکتب خیال پھلتے پھولتے رہے ہیں، مشرقی اور اسلامی اخلاقیت پر دونوں اثر انداز ہیں، مشرق کا اسلامی فلسفۂ اخلاق دونوں سے بہت بلند ہے، غرض اور نفسانیت، حظ نفس اور انتفاع کے خیال سے بھی پاک ہے۔

سترہویں صدی عیسوی سے افادیت کا غلبہ ہوتا گیا، مغرب کے علمائے اخلاق نے ڈنکے کی چوٹ پر کہنا شروع کیا کہ اخلاق میں سے جس چیز کا فائدہ ظاہر نہ ہو وہ قابل اعتنا نہیں ہے لیکن اس فائدہ کی تشخیص و تعین کے لئے جو ذہن میزان کا کام دیتا افسوس ہے کہ وہ برابر مادہ پرستانہ بنتا جارہا تھا، اس کی ساخت اور افتاد روز بروز ایسی ہوتی جارہی تھی کہ کسی غیر مادی نفع کے تصور سے

وہ قاصر تھا، اور اس بارے میں اس کی حس اور ذکاوت محدود اور معین تھی، نتیجہ یہ تھا کہ اخلاق کی تحدید وتصریف افادہ وانتفاع سے کی گئی یہ نازک کام جس حکم وثالث کے سپرد ہوا وہ اپنی طبعی اُفتاد و مزاج کی وجہ سے کسی غیر مادی نفع کے تسلیم کرنے قابل ہی نہ تھا، اس طرح انتفاع کی تحدید قدرتی اور غیر شعوری طور پر مادی ہوگئی، اور عملاً فلسفۂ اخلاق کا کسی ایسی چیز سے سروکار نہ رہا جس کا کوئی مادہ و محسوس نفع نہ ہو رفتہ رفتہ یہ مادی ذہنیت اور افادیت ساری زندگی پر چھا گئی۔

یورپ کے ادبیات میں پچھلی صدیوں میں جن الفاظ کا استعمال سب سے زیادہ ہوا ہے، اور جو الفاظ یورپ کے لئے آج بھی سب سے زیادہ کشش رکھتے ہیں، ان میں ایک لفظ ''فطرت'' بھی ہے لیکن جن چیزوں کے مقابلہ میں جن مواقع پر یہ لفظ بولا جاتا ہے، ان سے صاف تعین ہوتا ہے کہ ''فطرت'' سے مراد فطرت حیوانی ہے، جو ہر قسم کے لطیف احساسات اخلاقی ضمیر اور قلب سلیم اور عقل سلیم دونوں سے آزاد ہوتی ہے، ہر قسم کی پابندیوں اور حدود سے گھبراتی ہے، جس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ کھایئے پیجئے، اور آزاد رہئے، اس کے لئے حقوق و مطالبات اور انسانی ذمہ داریاں نہیں ہیں، انیسویں صدی میں انسان کی اصل قدیم کے متعلق جو تحقیق کی گئی اور جس کو عام طور پر تسلیم کیا گیا وہ ہر شعبۂ زندگی میں اثر انداز ہوئی اخلاق پر بھی اس کا محسوس وغیر محسوس اثر پڑا۔

مغرب کے مادی و معاشی دورِ اقتدار و تہذیب میں انسانی زندگی کا قابل تقلید نمونہ اور مثالی تصور پست ہوگیا، صرف اچھا کھانا، اچھا پہننا، سوسائٹی میں معزز و ممتاز بننا، اور ہم چشموں میں جاہ و اعزاز حاصل کرنا آئیڈیل بن گیا، پیغمبروں کی سیرت نظروں سے اوجھل ہوگئی، دین و دنیا کی جامع اور ذہنی، علمی روحانی و انتظامی کمالات اور کسب حلال کی صفت سے متصف ہستیوں کا ذہنی اثر وتسلط ہٹ گیا اور وہ شخصیتیں ذہن پر چھا گئیں، اور نمونہ و مثال اور زندگی کی کامیابیوں کا منتہی بن کر آنکھوں اور تصور کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑی ہوگئیں، جو اخلاقی و ذہنی حیثیت سے سخت ناقص، اعمال و کردار کے لحاظ سے بے حد پست، علمی کمالات اور حقیقی صفات سے محروم، اخلاقی سطح کے لحاظ سے مبتذل اور عامی، گھٹیا درجہ کے انسان یا معاشی جانور اور روپیہ پیدا کرنے کی بے شعور بے دور مشینیں ہیں، تن آسانی اور راحت پسندی اتنی غالب آگئی اور تفریحی مشاغل نے زندگی کی اتنی بڑی جگہ گھیر لی کہ عبادت، دینی فرائض کی ادائیگی اور روحانی ضروریات کی طرف توجہ کرنے کیلئے گنجائش نہیں رہی۔

ایشیائی اور مشرقی قومیں

ایشیائی اور مشرقی قومیں اور سلطنتیں مختلف رفتار کے ساتھ تہذیب وسیاست کی اس منزل کی طرف گامزن ہیں جس پر وہ مغربی قوموں کو دور سے دیکھ رہی ہیں، تہذیب و اخلاق و اجتماع کے وہی اصول ونظریات اور زندگی اور کائنات کے متعلق وہی نقطۂ نظر اختیار کرتی جارہی ہیں، جو ان مغربی قوموں کا شعار بن چکا ہے، ان کے افراد کی سیرت مغربی اقوام کے افراد سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

مسلمان، جاہلیت کا حلیف

طرفہ تماشا یہ ہے کہ جاہلیت کا قدیم ونسلی حریف (مسلمان) بھی اس زمانہ میں دنیا کے بہت سے گوشوں میں جاہلیت کا حلیف بن گیا ہے، اس کو اس نے اپنی دوستی اور وفاداری کا اطمینان دلا دیا ہے، اور دنیا کے بعض حصوں میں اس نے ان مغربی جاہلی قوموں کے لئے رضا کارانہ خدمات انجام دی ہیں، جاہلیت کی اس سے بڑھ کر کیا کامیابی ہوسکتی ہے کہ بعض مسلمان قومیں اور سلطنتیں اور بعض مسلمان جماعتیں ان قوموں اور سلطنتوں کو اپنا حامی وسرپرست اور حق و انصاف کا علمبردار سمجھنے لگی ہیں، جو اس

زمانہ میں جاہلی تحریک کی علمبردار ہیں، اور جنہوں نے جاہلیت کے تن مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی ہے، عام مسلمان دنیا کی قیادت کا خیال ہی چھوڑ چکے ہیں، اور اسلامی جیش کے قائد ہونے کے بجائے جاہلیت کے گرد کاررواں بننے پر قانع ہیں، اور اس پر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔

افراد میں جاہلی مغربی اخلاق اس طرح سرایت کرتے جارہے ہیں جس طرح درختوں کے رگ وریشہ میں پانی اور تاروں میں بجلی دوڑ جاتی ہے، اسلامی ممالک میں مغربی مادیت اپنی پوری شان کے ساتھ دیکھنے میں آتی ہے، خواہشاتِ نفس کی اندھا دھند پیروی زندگی کی نہ بجھنے والی پیاس اور نہ مٹنے والی بھوک اس قوم میں بھی پیدا ہوتی جارہی ہے جس کے نزدیک آخرت کی زندگی اصل زندگی ہے۔

امید کی شعاع

یہ سب کچھ ہے مگر اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں یہیں امید کی شعاع نظر آتی ہے، دوسری قومیں آسمانی ہدایت اور پیغمبروں کی تعلیم وحکمت کے سرمایہ کو یکسر کھو چکی ہیں اور صدیوں پہلے ان کے سفینوں اور ان کے سینوں میں یہ روشنی گل ہو چکی ہے، ماضی وحال کو مربوط رکھنے والے رشتہ کے ایک تار کو زمانہ کا ہاتھ کاٹ چکا ہے۔

اس کے برخلاف مسلمانوں کا دینی سرمایہ اور آسمانی ہدایت وحکمت کا سرچشمہ محفوظ ہے، رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام کی زندگی جس میں پوری اُمت کی تخلیق کی قوت ہے ان کے پاس موجود ہے، پھر اصحاب تجدید کا ایک غیر منقطع سلسلہ اور اصلاح وانقلاب کی دینی دعوت کا ایسا تسلسل ہے جس نے اس امت کو کسی دور میں بھی جاہلیت میں گم ہو جانے کا موقع نہیں دیا، جاہلیت کا خالص مادی نظام اس امت کا ذہن (جب تک کہ اس کا سانچہ توڑ کر از سر نو نہ بنایا جائے) پورے طور پر ہضم نہیں کر سکتا اور مسلمان جاہلیت کی مشینری میں اس طرح فٹ نہیں ہو سکتا جس طرح ایک ڈھلا ڈھلایا پرزہ فٹ ہو جاتا ہے۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن منیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 ادیسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات وتجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

سورہ آل عمران آیات 102 تا 200

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

27.7.2010

آیات میں بے شمار مسائل ہوتے ہیں لیکن اس کتاب میں حضرت تھانوی ؒ نے صرف وہ مسائل دیئے ہیں جن کا تعلق سلوک اور ارشاد سے ہے۔

"طریق کا حاصل حق تقویٰ ہے"

"قولہ تعالیٰ": یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ الخ (ال عمران :102)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق الخ

یہ آیت طریق قوم کی مطلوبیت میں صریح ہے اس لئے کہ اس طریق کا حاصل یہی تقویٰ حق تقویٰ ہے۔

....

فرمایا: سلوک کے حصول کیلئے یہ آیت بہت وزنی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق اختیار کرو جیسا کرنے کا حق ہے اور یہ سوائے سلوک، تصوف، احسان اور اس میں مجاہدے اور شیخ کی توجہ کے نہیں ہوتا تو ان میں سلاسل کی اصل ہے اور تربیت سلوک کی اصل ہے۔

....

"اہل ارشاد کا غیر اہل ارشاد سے افضل ہونا"

"قولہ تعالیٰ : وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الخ. ال عمران: 104

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل طریق میں سے جو اہل ارشاد ہیں وہ غیر اہل ارشاد سے افضل ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے مطلحین سے ان کی مدح فرمائی اور امہ کے عموم میں داخل ہونا ظاہر ہی ہے۔

....

فرماتے ہیں: صوفیاء میں جو لوگ دوسروں کو بھی یہ چیز سکھاتے ہیں ان کی تربیت کرتے ہیں، وہ ان سے افضل ہیں جن کے پاس یہ نعمت ہے تو سہی لیکن دوسروں کو سکھاتے نہیں"۔

....

"مسلمان کی مصیبت واقعی مصیبت نہیں"

"قولہ تعالیٰ: كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ال عمران :117

ترجمہ: اس کی حالت اس حالت کے مثل ہے کہ ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ کی قید اس لئے لگائی کہ مقصود کلام سے تو یہ بتلانا ہے کہ نہ دنیا میں فائدہ ہے۔ نہ آخرت میں

سو یہ بات صرف مال کافر کے ہلاک ہونے میں ہے رہا غیر کافر تو اس کو صبر کے سبب مال کے ہلاک ہونے پر اجر تو ملتا ہے۔ احقر یہ کہتا ہے یہ آیت اس پر دال ہے کہ مسلمان کے لئے مصیبت حقیقی نہیں محض صوری مصیبت ہے۔''

....

فرماتے ہیں کہ اس میں خود اپنے آپ پر ظلم کرنے کی جو قید لگائی ہے ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور ان کا مال ضائع ہو گیا یعنی بڑا ظلم تو شرک ہے تو کافر کا اگر دنیاوی نقصان بھی ہوتا ہے تو اسے آخرت میں بھی کچھ نہیں ملتا یعنی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی گئی اور مومن کا اگر کسی وجہ سے کسی مصیبت سے دنیاوی نقصان ہوتا ہے تو اس کا اس کو اخروی اجر تو ملتا ہے۔ ایمان ایسی دولت ہے کہ اس کے سبب کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا یعنی مال کوئی ڈاکو لے گئے تو وہ ضائع نہیں ہوا اللہ تو اس پر اجر دے گا۔

....

''مقبولین کا ضرر واقعی ضرر نہیں''

قولہ تعالیٰ: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (ال عمران :120)

ترجمہ: اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی چونکہ بعض اوقات باوجود صبر و تقویٰ کے عدو کی جانب سے ضرر پہنچنا مشاہد ہوتا ہے پس آیت ضرر حقیقی کی نفی پر محمول ہوگی نہ مطلق ضرر پر جو صوری کو بھی شامل ہو پس اس آیت کا بھی وہی مدلول ہوگا جو آیت سابقہ کا مدلول ہے۔''

....

فرماتے ہیں کہ کافر یا دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا جب تم صبر کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو تو فرماتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ دنیاوی نقصان بھی نہیں پہنچا سکے گا مقصد یہ ہے کہ اگر دنیاوی نقصان بھی وقتی طور پر دشمن سے ہو تو بھی اس کے بدلے میں قرب الٰہی اور رضائے الٰہی نصیب ہوگی۔ حقیقتاً مومن کا نقصان نہیں ہوتا۔

....

''حدیث النفس اور ولایت کے درمیان منافاۃ نہیں''

قولہ تعالیٰ: اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ال عمران: 122

ترجمہ: جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کا مددگار تھا۔

روح المعانی میں ہے کہ یہ ھمہ مرتبہ عزم میں نہ تھا چنانچہ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا اس کا قرینہ ہے کیونکہ حمایت الٰہیہ میں ہوتے ہوئے ایسا امر مستبعد ہے بلکہ یہ محض حدیث النفس اور وسوسہ تھا آہ ملخصاً احقر کہتا ہے پس آیت صریح ہے۔ اس میں کہ حدیث النفس بالمعصیہ اور ولایت میں کوئی تنافی نہیں۔

....

فرماتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث النفس ولایت کے منافی نہیں یعنی کوئی وہم نفس کی طرف سے گناہ کا آئے تو یہ کسی ولی کو بھی آ سکتا ہے لیکن چونکہ اسے اللہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ محض ایک وہم کی حد تک رہتا ہے ارادہ بھی نہیں بنتا چہ جائیکہ اس پر عمل کرے''۔

....

"غضب بقید حفظ حدود منافی کمال نہیں"

قولہ تعالی: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ الخ ال عمران: 134

ترجمہ: اور غصے کے ضبط کرنے والے۔

اس سے ثابت ہوا کہ غیظ طبعی کمال کے منافی نہیں چنانچہ کظم کا موقوف غیظ پر ہونا ظاہر ہے"۔

....

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیظ طبعی جو ہے وہ کمال کے منافی نہیں ہے یعنی کسی کامل کو بھی غصہ آ سکتا ہے۔ کسی کو غصہ آئے گا تو وہ ضبط کرے گا۔ اللہ کریم نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو غصے کو ضبط کر لیتے ہیں تو فرمایا کسی کامل ولی اللہ کو بھی غصہ آ سکتا ہے یہ ولایت کے منافی نہیں ہے۔

....

"معصیت اگر عدم اصرار کے ساتھ ہو اس میں اور کمال احسان میں منافاۃ نہ ہونا"

قولہ تعالی: وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا الخ : ال عمران: 135

ترجمہ: اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالی کو یاد کر لیتے ہیں الخ۔

روح میں ہے کہ حسن سے روایت ہے کہ یہ بھی صفت اسی کی ہے جس کی صفت اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّاءِ الخ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانا جبکہ توبہ کر لیں اور اصرار نہ کریں محسن ہونے کے منافی نہیں کیونکہ محسنین بھی انہیں کو فرمایا ہے اگر احسان سے مراد معنی متعارف یعنی دوسرے کو نفع پہنچانا ہو تب تو ظاہر ہے اور اگر احسان کے وہ معنی ہوں جو حدیث میں ہیں اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ تب اس لئے کہ اگر ان میں منافات ہو تو لازم آتا ہے کہ محسن اسی شخص پر صادق آوے جس نے ایک مدت دراز تک نہایت خوبی اور شائستگی کے ساتھ حق تعالی کی عبادت اور اطاعت کی ہو پھر ایک لحظہ کے لئے اس سے کوئی معصیت ہوگئی ہو پھر وہ اس پر اشد درجہ نادم ہوا ہو اور اہتمام سے استغفار کر لیا ہو اور میرا خیال نہیں کہ کوئی اس کا قائل ہو سکے آہ۔

اس سے معلوم ہوا گناہ ہو جانا جب کہ توبہ کر لیں اور اسے بار بار نہ کریں تو یہ محسن ہونے کے منافی نہیں۔ کسی اچھے سے اچھے نیک بندے سے بھی خطا ہو سکتی ہے لیکن وہ فوراً توبہ کرتا ہے، رجوع الی اللہ کرتا ہے اور اس گناہ کو بار بار نہیں دہراتا۔

....

"فضائل آخرت کے شوق میں تمنائے موت"

قولہ تعالی: وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ ال عمران: 143

ترجمہ: اور تم تو مرنے کی تمنا کر رہے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنا کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے مگر نفس تمنا پر انکار نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مطلق تمنا موت مذموم نہیں بلکہ وہ جب سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو جائز ہے"۔

....

جیسے شہادت کی تمنا کرنا۔ جہاد میں کوئی مرنے کی تمنا کرے کہ اللہ کرے اس میں میری شہادت ہو یہ کمالات کے منافی نہیں ہے بلکہ اس پر عمل بعض صحابہؓ سے ثابت بھی ہے۔ اُحد میں ایک صحابی تھے عمرو بن جموحؓ۔ عمر رسیدہ تھے اور ایک ٹانگ سے معذور بھی تھے۔ ان کے چار جوان بیٹے تھے اور چاروں اُحد میں شامل ہونے کیلئے تیار تھے تو انہوں نے بھی ارادہ کرلیا۔ ان کے بیٹوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی کہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے۔ خواتین ہیں اور چھوٹے بچوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، سودا سلف لانا بھی ضروری ہے اور ہم چار بھائی جارہے ہیں تو آپ ﷺ ہمارے والد کو منع فرمائیے کہ یہ گھر کی دیکھ بھال کے لئے رہیں۔ ویسے بھی بزرگ آدمی ہیں، ایک ٹانگ سے بھی معذور ہیں حضور ﷺ نے انہیں طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ان کی اپنی آخرت ہے میری اپنی آخرت ہے۔ یہ رشتے تو دنیا کے ہیں انہیں جنت میں جانے کا شوق ہے تو مجھے نہیں؟ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس لنگڑی ٹانگ کو جنت میں گھسیٹوں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے اجازت دے دی وہ احد میں شریک ہوگئے۔ احد کی فتح کے بعد تین دن حضور ﷺ وہاں مقیم رہے شہداء احد کو دفن کیا۔ جب حضور ﷺ نے اجازت دے دی کہ اگر کوئی اپنے شہید کو مدینہ منورہ لے جاکر جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتا ہے تو لے جائے۔ ان کے بیٹوں نے بھی چاہا کہ انہیں لے جائیں تو وہ جب ان کے وجود کو اونٹ پر لادتے تو اونٹ اٹھنے سے انکار کردیتا۔ جب وجود اتار دیتے تو اونٹ ٹھیک ٹھاک ہوجاتا۔ تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں جاکر درخواست کی کہ اونٹ انہیں اٹھا کر اٹھتا ہی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا لشکر سے پتہ کرو کوئی ان کا ساتھی ہے تو اس سے پتہ کریں۔ پتہ چلا کہ فلاں شخص کے ساتھ ان کی بڑی دوستی تھی۔ فرمایا اس کو تلاش کرو۔ وہ ڈھونڈ نے گئے، انہیں لایا گیا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کوئی بات عمرو بن الجموح کی بتاؤ۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم دونوں اکٹھے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ بھی آمین کہیں تو میں نے دعا کی کہ چوٹی کا کوئی کافر میرے ہاتھ سے مارا جائے اور اس کی زرہ اور تلوار مجھے غنیمت میں ملے اور میں فخر سے پہن کر پھرتا رہوں کہ میں نے فلاں مشرک کو مارا۔ انہوں نے آمین کہی پھر انہوں نے فرمایا میں دعا کروں گا تم آمین کہنا۔ تو انہوں نے دعا کہ کہ بار الہا میں آج یہاں شہید ہو جاؤں، یہیں دفن ہو جاؤں قیامت کو یہیں سے اٹھوں اور اسی طرح خون آلود لباس لے کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں۔ تو میں نے آمین کہی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ان کی دعا قبول ہوئی انہیں یہیں دفن کردو۔ یہاں سے تم نہیں لے جاسکو گے تو اس نے شہادت کی تمنا کی یعنی دنیا سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے لیکن شہادت کی طلب میں جہاں اخروی فلاح کا امکان ہو وہاں موت کی طلب کرنا جائز ہے۔

....

"شیوخ پر تاسف شدید کی مذمت"

قولہ تعالیٰ: اَفَـاِئِنۡ مَّـاتَ اَوۡ قُتِـلَ انۡـقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ ال عمران: 144

ترجمہ: سو اگر آپ کا انتقال ہوجاوے یا آپ شہید ہوجاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔

ظاہر ہے کہ یہاں صحابہؓ سے انقلاب کا وقوع نہ ہوا تھا البتہ انقلاب والوں کا سا کچھ عمل ہو گیا تھا جیسے ہزیمت اور جزع فزع شدید۔ اس بنا پر آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیر کے مرجانے پر فزع شدید اور سخت رنج کرنا جیسا کہ اکثر متقدمین عوام بلکہ خواص کا بھی طرز ہے مذموم ہے اور اسی طرح یہ توہم کرنا کہ اب کوئی دین کا حامی وخادم نہ رہا یہ بھی مذموم ہے۔ اور روح میں ہے کہ اس میں اس شخص کے عتاب کی طرف اشارہ ہے جو درمیان میں سے واسطہ کے فوت ہوجانے سے متزلزل ہو جاوے کیونکہ یہ مشاہدہ حق کے منافی ہے آھ"۔

....

یعنی کسی کا پیر یا شیخ فوت ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس طرح سے غم کرے کہ دنیا کا کاروبار ہی ٹھپ کردے۔ یہ درست نہیں ہے۔ جزع وفزع اور شور شرابہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ جو کچھ شیخ نے سکھایا ہے جو تربیت کی ہے اس پر پوری سختی سے کار بند ہونا چاہیے نہ یہ کہ معمولات ہی چھوڑ گئے، سوگ منانے لگ گئے، یہ درست نہیں۔

....

"اصل علم اسرار"

قولہ تعالیٰ: وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

(آل عمران:164)

ترجمہ: اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔

مجموع آیت میں ایک تو علم اسرار کا اثبات ہے اور نیز بعض طرق سلوک کی تعلیم ہے جیسا کہ روح میں ہے کہ تلاوت سے مراد آیات توحید و نبوت کی تبلیغ ہے اور تزکیہ سے مراد کلمہ طیبہ کی طرف بلانا جو توحید و رسالت پر دال ہے (کہ وہ سبب ہے شرک سے پاک ہونے کا) اور تعلیم کتاب سے مراد الفاظ قرآن کی تعلیم ہے اور تعلیم حکمت سے مراد اسرار قرآنیہ پر واقف بنانا ہے۔ پس اول تلاوت ہے کیونکہ وہ تمہید ہے پھر تزکیہ جس کے ساتھ سب سے اول مومن موصوف ہوتا ہے پھر تعلیم جس کی حاجت بعد ایمان کے ہوگی۔ پس اس سے تخلیہ کی (تزکیہ اس کی ایک فرد ہے) تقدیم تحلیہ پر (کہ تعلیم اس کی ایک فرد) مفہوم ہوئی۔ اب یہ بات رہ گئی کہ آیت بقرہ میں تزکیہ پر تعلیم کو کیوں مقدم فرمادیا سو شائد اس میں تنبیہ ہو تحلیہ کے شرف پر آھ اور احقر کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ گاہے کسی مقتضی کے سبب تحلیہ کو تخلیہ پر مقدم کر دیا جاتا ہے اور قوم میں دونوں طریقے معمول بہ ہیں"۔

یعنی وہ علم جنہیں اسرار الٰہی کہا جاتا ہے وہ کیفیات قلبی، واردات قلبی، کشفی، الہامی علوم ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے ان کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ کتاب وحکمت کی تعلیم ہے اور روح المعانی میں ہے کہ آیات سے مراد آیات توحید و نبوت کی تبلیغ ہے۔ تزکیہ سے مراد کلمہ طیبہ کی طرف بلانا توحید و رسالت پر دال ہے۔ تعلیم و کتاب سے مراد الفاظ قرآن کریم کی تعلیم ہے اور حکمت سے مراد اسرار قرآنیہ پر واقف بنانا ہے۔

"اہل دنیا کی اہل اللہ پر اور اہل اللہ کی اہل دنیا پر حسرت"

قولہ تعالیٰ: وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الیٰ قولہ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ.

(ال عمران: 169 تا 170)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ

مت خیال کر۔

''حاصل یہ کہ جن لوگوں کو شہداء کے مارے جانے پر حسرت تھی ان کو سنایا جاتا ہے کہ تم اس کی تمنامت کرو کہ وہ دنیا میں رہتے بلکہ خود وہ شہداء تمہاری نسبت یہ خوشی منا رہے ہیں کہ اگر تم شہید ہو جاؤ تو تم بھی ان ہی کی طرح نعیم سے فائز ہو۔ فی الروح والیٰ ہذا ذہب ابن جریج وقتادہ پس یہ اسی کی نظیر ہے جو اہل جہاد اکبر میں اور مجوبین میں واقع ہو رہا ہے کہ ہر ایک دوسرے کیلئے اپنی حالت پر ہونے کی تمنا کر رہا ہے۔''

....

فرماتے ہیں: جس طرح کوئی جہاد میں شہید ہو جاتا ہے تو اس پر اللہ نے فرمایا کہ یہ نہ سوچو کہ وہ مر گئے کاش وہ یہاں سے بچ جاتے، زندہ رہتے، ہمارے ساتھ ہوتے۔ تم تو یہ حسرت کر رہے ہو اور وہ شہداء یہ تمنا کر رہے ہیں کہ یہ بچ گئے ہیں کاش یہ بھی شہید ہو جاتے اور ہمارے ساتھ یہاں موج اڑاتے، جنت میں عیش کرتے اور اللہ کی رحمت سے مستفید ہوتے۔ وہ اس کی تمنا کر رہے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس میں یہ سبق ہے کہ جس طرح وہ شہید یہ تمنا کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ بچ گئے ہیں یہ بھی آ جاتے اسی طرح صوفی دوسرے ساتھیوں کے لئے بھی یہ درد رکھتا ہو کہ اگر مجھے اعلیٰ مقامات نصیب ہیں تو دوسرے کو بھی ہونے چاہئیں۔ یعنی اس میں یہ نہ ہو جائے کہ میں صاحب مجاز ہوں تو کوئی دوسرا بن گیا تو اس میں میری سبکی ہو گئی۔ یہ بڑا تماشا بنتا ہے۔ اکثر لوگوں میں یہ ہوتا ہے کہ میں صاحب مجاز ہوں اب فلاں بھی بن گیا تو میرے اختیارات تو آدھے ہو گئے۔ اسی طرح مراقبات میں ہوتا ہے کہ کسی کا سبق آگے ہے تو کسی دوسرے کا بھی ہو گیا تو وہ کہتا ہے یہ بھی میرے برابر آ گیا۔ فرمایا یہ تو نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمنا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ نے جو کمال مجھے دیا ہے وہ کمال میرے دوسرے بھائیوں کو بھی دے ان کی ترقی کے لئے بھی خلوص دل سے دعا کرنی چاہیے، خواہش کرنی چاہیے۔

....

''بعض عارفین کے اس مقولہ کی اصل کہ میں شیطان سے نہیں ڈرتا''

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ ال عمران: 175

ترجمہ: اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اس سے مت ڈرنا۔ اس میں اس مقولہ کی اصل ہے جو بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے اعوذ باللہ پڑھی پھر شیطان سے خطاب کیا کہ تو میرے استعاذہ سے یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں یا میں تجھ کو اپنے دل میں کچھ باوقعت سمجھتا ہوں۔ میں نے محض امتثالاً لامر اللہ استعاذہ پڑھ لیا ہے ورنہ تو میری آنکھ میں اتنی قدر نہیں رکھتا کہ میں تجھ سے استعاذہ کروں''۔

....

فرماتے ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے حکم دیا ہے ''فاستعذ باللہ'' شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو تو بعض بزرگ جب تعوذ پڑھتے تھے تو شیطان کو مخاطب کر کے فرماتے تھے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈر کر تعوذ پڑھ رہا ہوں۔ اللہ کا حکم ہے پڑھنے کا اس لئے میں پڑھ رہا ہوں ورنہ تو میرا کیا بگاڑ لے گا؟ تو فرمایا اس آیت میں ہے اَلشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَ۔ شیطان ان کو ڈرا سکتا ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں۔ جو اس سے دوستی نہیں کرتے وہ

ان کو نہیں ڈرا سکتا لہٰذا اگر ہمیں یہ ڈر ہے کہ ہم شیطان سے ڈرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے کردار میں کچھ ایسی باتیں ہیں کہ ہم شیطان کی بات مانتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو اس کی بات نہیں مانتا وہ اس سے ڈرتا بھی نہیں اور اگر تعوذ "اعوذ باللہ" پڑھتا ہے تو بعض بزرگوں سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے تعوذ پڑھا اور شیطان کو مخاطب کر کے کہا کہ تو یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ سے ڈر کر پڑھ رہا ہوں۔ میں تو اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں ورنہ تو کیا اور تیری حیثیت کیا۔

....

"معصیت کے ساتھ بسط رہنے پر مغرور نہ ہو"

قولہ تعالیٰ: وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ال عمران: 178

ترجمہ: اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے۔ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں جس میں جرم میں ان کو اور ترقی ہو جاوے۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر معصیت کے ساتھ بسط رہے تو اس پر مغرور نہ ہو بلکہ اس حالت میں خیر قبض ہی میں ہے جس سے متنبہ ہو کر توبہ کر لے کیونکہ احتمالاً اسباب قبض میں سے معصیت بھی ہے"۔

....

اس میں اشارہ ہے کہ معصیت کے ساتھ بسط رہے تو اس پر مغرور نہ ہو۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ گنہگاروں کو، بدکاروں کو، کافروں کو مہلت ملتی ہے، صحت ملتی ہے، دولت ملتی ہے، مال ملتا ہے اور گناہ بھی کئے جا رہے ہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے وہ اس پہ خوش نہ ہوں کہ ہم ان سے راضی ہیں تو ان کو مہلت دی ہے بلکہ ہم نے ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی ہے کہ بھاگ کر دیکھ لو جہاں تک جا سکتے ہو، جتنے اللہ سے دور جاؤ گے اتنی سزا پاؤ گے۔ جتنے جرم کرو گے اتنی زیادہ اپنے آپ کے ساتھ زیادتی کرو گے۔ تو فرماتے ہیں اس میں صوفیوں کے لئے سبق ہے کہ اگر غلطی ہو جائے اور منازل میں فرق نہ آئے تو یہ نہ سمجھے کہ یہ غلطی اس کے لئے جائز ہو گئی ہے بلکہ اسے چاہیے کہ غلطی کو پھر نہ دہرائے کیونکہ غلطی غلطی ہے، گناہ گناہ ہے۔ اگر توبہ نہ کرے گا تو ایک دفعہ سب کچھ لے ڈوبے گا۔

....

"کمال کا معیار خوارق کو قرار دینے پر رد"

قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ال عمران: 183

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیازِ خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے اس میں اس شخص پر رد ہے جو معتقد ہونے کا معیار خوارق و کرامات کو قرار دے"۔

....

فرمایا: یہودیوں نے کہا تھا کہ اللہ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ کوئی نبی قربانی رکھے میدان میں اور اسے آگ کھا جائے تو اس کو نبی مانو نہیں تو نہ مانو۔ تو اللہ کریم نے جواب دیا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا تھا کہ ان سے کہئے کہ جن نبیوںؑ نے تم پر یہ معجزے ظاہر کئے

ان کو تو تم نے قتل کر دیا تو مجھ سے اس معجزے کا مطالبہ کرتے ہو؟ یعنی جن انبیاءؑ کے پاس یہ معجزہ تھا اور وہ تمہیں دکھایا گیا تھا اور تمہاری تاریخ میں موجود ہے کہ تم نے انہیں شہید کر دیا۔ تو یہاں سے استنباط فرماتے ہیں کہ شاگرد کو شیخ سے استفادہ کرنے کیلئے کرامات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر نہ رہے کہ کرامت دیکھوں گا پھر اللہ اللہ سیکھوں گا بلکہ خود اللہ اللہ ہی بڑی کرامت ہے تو خارق کا متمنی نہ رہے کہ کوئی عجیب وغریب بات دیکھوں گا جسے میں کرامت سمجھوں گا تو پھر استفادہ کروں گا۔

....

''جنت ونار سے استغناء کے دعویٰ پر رد''

قولہ تعالیٰ: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ال عمران: 185

ترجمہ: تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا۔

حق تعالیٰ کا اس کو فوز فرمانا اس شخص کے بطلان پر دلیل ہے جو جنت و نار سے استغناء کا دعویٰ کرے البتہ مغلوب الحال معذور سمجھا جاوے گا''۔

....

بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جی ہمیں تو جنت بھی نہیں چاہیے۔ اللہ دوزخ سے بچائے ہمیں جنت کی بھی ضرورت نہیں۔ فرمایا یہ غلط بات ہے۔ اللہ نے تو جنت کے داخلے کو فوز کبیر بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے تو یہ بات بڑی نازک سی ہے ذرا سمجھ لی جائے کہ جنت لذاتہ مقصود نہیں، فی نفسہ جنت مقصود نہیں بلکہ جنت اللہ کی رضا کی سند ہے۔ دلیل ہے۔ جس طرح ایک شخص ایم۔اے کرتا ہے اور اسے ایم۔اے کی ڈگری ملتی ہے تو ذاتی طور پر ڈگری کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ محض ایک کاغذ ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہے لیکن یہی ڈگری اصل میں وہ سند ہے کہ اس شخص کی قابلیت اتنی ہے۔ تو جنت سند ہے رضائے الٰہی کی، جنت میں وہی داخل ہوگا جسے اللہ تعالیٰ قبول کرے گا، معاف فرمادے گا اور کامیاب قرار دے گا تو بعض لوگ یہ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں تو جنت بھی نہیں چاہیے دوزخ سے بھی اللہ بچائے۔ فرمایا یہ کمال کی دلیل نہیں ہے ہاں مغلوب الحال ہو تو وہ الگ بات ہے لیکن کسی باہوش آدمی کو ایسے جملے نہیں کہنے چاہئیں۔

....

''مجالس شیوخ میں ان کے شغل مدح کی مذمت''

قولہ تعالیٰ: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (ال عمران: 189)

ترجمہ: جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سو ایسے شخصوں کو ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے۔

اس میں اس زمانے کے مدعیان تصوف کی اس عادت کی مذمت ہے کہ ان کی مجالس کے تذکروں کا زیادہ حصہ ان کی مدح ایسے کمالات کے ساتھ ہوتی ہے جن سے وہ کورے ہیں اور یہ بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا اس ذم کی قید نہیں کیونکہ کمال موجودہ سے مدح بھی مذموم ہے یہ قید خصوصیت قصہ نزول کے سبب ہے''۔

....

فرماتے ہیں: عموماً یہ مرض صوفیوں اور پیروں میں زیادہ ہے کہ مرید ان کی ایسی ایسی تعریف کرتے ہیں جو کمال ان میں نہیں ہیں اور وہ اس پہ خوش ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا ایک نام لکھتے ہیں اس کے ساتھ پچاس القاب ہوتے ہیں اور کئی دفعہ میں نے پڑھا ہے لکھا ہوتا ہے "غوث زماں" پھر آگے لکھیں گے "قطب دوراں" یہ تمیز نہیں ہے کہ غوث دنیا میں ایک ہوتا ہے۔قطب چار ہوتے ہیں۔ اس نے غوث لکھ دیا پھر قطب لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔قطب تو اس سے کم تر درجہ ہے۔یہ بھی تمیز نہیں ہے تو فرمایا یہ جو پیر اپنی تعریفیں سنتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں جبکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ یہ درجہ ان کے پاس نہیں ہے فرمایا یہ بہت مذموم ہے اور اس پر سزا مرتب ہوگی اور ایسے لوگ تصوف اور سلوک میں نہیں رہ سکتے یہ لوگ جھوٹے ہوتے ہیں چونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ نہ سمجھیں کہ دنیا میں ان کی شہرت ہے لیکن لوگوں کی شہرت اللہ کا فیصلہ نہیں ہے۔انسان کا عجیب مزاج ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ جو کمال اس میں نہیں ہے لوگ اسے ویسا سمجھیں۔یہ بڑی عجیب بات ہے ہر غریب آدمی شادی پر قرض لے کر بڑی دعوتیں کرے گا بلکہ کوئی مر گیا تو بھی دعوت کریں گے تاکہ لوگ سمجھیں بڑا رئیس ہے۔لوگوں کو پتہ ہے تم نے زمین رہن رکھ دی ہے یا کسی سے ادھار لیا لوگ کیوں سمجھیں گے؟ تو فرمایا جو وصف اس ذات میں نہ ہو وہ اپنی تعریف میں سن کر خوش نہ ہو بلکہ اگلے کو روک دے کہ ایسا نہ کر اور یہ برائے نام صوفی اور دکھاوے کے جو پیر ہیں ان میں زیادہ ہوتا ہے۔

....

"فکر فی الذات سے نہیں"

قولہ تعالیٰ: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ال عمران :191

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

اس آیت میں دو مسئلے ہیں۔ایک یہ کہ فکر بھی مثل ذکر کے عبادت ہے۔دوسرا یہ کہ فکر کا محل خلق ہے نہ کہ خالق کی ذات"۔

....

یعنی جہاں ذکر الٰہی کا ارشاد ہوا وہاں فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ذکر کرتے ہیں۔یتفکرون اور تفکر کرتے ہیں تو مراقبہ اور تفکر جو ہے وہ مثل عبادت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فکر کا محل مخلوق ہے نہ کہ خالق۔جب فکر کرے، مراقبہ کرے، سوچے تو مخلوق میں سوچے۔اللہ کی ذات میں سوچنا تو ممکن نہیں ہے۔یہ نہ سوچنا شروع کردے کہ اللہ کیسا ہے، اس کا حلیہ کیسا ہے، اس کا قد کاٹھ کیسا ہے؟ ان باتوں میں نہ پڑے۔جب سوچے گا اور اس طرح سوچے گا تو یہ گمراہی ہوگی اور حد سے دور چلا جائے گا۔چونکہ اللہ کی نہ کوئی مثل ہے نہ مثال ہے نہ وہ کسی انسان کے علم میں آسکتا ہے نہ وہ اس کی عقل میں سما سکتا ہے۔یہ ساری چیزیں مخلوق ہیں اور وہ خالق ہے۔وہ دائرۂ تخلیق سے بالاتر ہے تو فرمایا دو مسئلے ہیں۔ایک تو یہ کہ فکر بھی مثل ذکر عبادت ہے، دوسرا یہ کہ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یعنی تفکر مخلوق میں ہوگا اس سے اللہ کی عظمت کا اندازہ کرے گا کہ وہ کیسا

قادر ہے۔ان چیونٹیوں کو بھی پال رہا ہے،ان کے انڈے بچے بھی دیکھ رہا ہے،اور جہاں ایک چیونٹی کو پال رہا ہے وہاں ہاتھی جیسے جانور کو بھی پال رہا ہے، چھوٹے سے گھاس کے تنکے کو بھی وہ پال رہا ہے اور بڑے درخت کا نگہبان بھی وہی ہے۔تو قلوب میں تفکر کرے یعنی دو مسئلے ہیں تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مراقبات نوافل سے افضل عبادت ہے کیونکہ نوافل پڑھیں تو ہو سکتا ہے آپ کسی میں متوجہ الی اللہ ہوں، کسی میں خیال کسی دوسری طرف نکل جائے جب کہ مراقبات میں پوری کوشش متوجہ الی اللہ ہونے کی طرف ہوتی ہے۔یہاں چونکہ ذکر کے ساتھ فکر کو بھی قرآن نے برابر عبادت قرار دیا ہے تو پھر نوافل سے یہ اپنے رتبے میں بہتر ہے۔

....

"مقولہ ماشمت الممکنات رائحۃ الوجود کا ماؤل ہونا"

قولہ تعالی: رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ال عمران: 191

ترجمہ: اے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

چونکہ باطل میں معدوم بھی داخل ہے اور اس آیت میں اس کی نفی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر کا یہ مقولہ کہ ممکنات نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی ماؤل ہے اور تاویل یہ ہے کہ مراد اتصاف حقیقی کا مرتبہ ہے جو واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے نہ کہ اتصاف مجازی جو واسطہ فی العروض میں ہوتا ہے"۔

....

یعنی بعض بزرگان دین نے یہ کہہ دیا کہ یہ جتنی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں یا ہم محسوس کرتے ہیں انہیں ممکنات کہتے ہیں، کہ ان کو تو وجود کی خبر نہیں۔ان کا تو وجود ہے ہی نہیں۔تو فرمایا یہ بات جو ہے اس کی تاویل کی جائے گی اور مراد اتصاف حقیقی درحقیقت ان کا وجود ان کی اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے ہاں: اللہ کے قائم رکھنے سے ہے یعنی اس کی یہ تاویل کی جائے گی۔

....

"جہاد نفس کو جہاد کہنے کی اصل"

قولہ تعالی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ال عمران: 200

ترجمہ: اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔

رباط کی تفسیر مراطبۃ ثغر سے ظاہر ہے اور حدیث میں اسباغ وضو و انتظار صلوٰۃ وغیرہ کو رباط فرمایا ہے جو کہ مرابطۂ نفس ہے پس مجموعہ آیت و حدیث سے جہاد نفس پر جہاد کے اطلاق کی اصل نکلی"۔

....

فرمایا: نیکی کے لئے تیاری کرنا، منتظر رہنا، عمل کے لئے اسباب مہیا کرنا وہ بھی عبادت میں اور نیکی میں شامل ہوگا۔جیسے صلوٰۃ کا وقت ہو رہا ہے تو وقت کا انتظار کرنا، وضو کا اہتمام کرنا، لباس کی پاکیزگی کا اہتمام کرنا، قبلہ کا تعین کرنا، یا مسجد تک پہنچنے کی ہمت کرنا، باجماعت نماز یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ اس صلوٰۃ کی وجہ سے اسی میں شامل ہو جائیں گی اور اس کا ثواب کئی گنا بڑھتا جائے گی۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیاء عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی مؤثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

- Rs. 200 — کلسٹرو کیئر Cholestro Care — کلیسٹرو کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔
- Rs. 30 — Cough Ez — کھانسی کیلئے گولیاں
- Rs. 100 — پین گو Pain Go — مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے
- Rs. 175 — کیوریکس Curex — کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
- Rs. 500 — ہیر گارڈ آئل Hair Guard Oil — بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔
- Rs. 75 — Detergent Super Wash
- Rs. 100 — Shampoo Hair Care

0321-6569339

ملنے کا پتہ:

دار العرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنٰی ہے۔

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ڈائریکٹر ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

FOR FEED BACK: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM
VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنٰی ہے۔

گالی! فساد کی جڑ اور بدترین گناہ

حافظ محمد زاہد لاہور

زبان کا بیہودہ، غلط اور ناجائز استعمال خواہ کسی بھی شکل میں ہو ''گالی'' کہلاتا ہے۔ عربی زبان میں گالی کو ''سب اور شتم'' کہا جاتا ہے جس کے معنی اہل لغت نے یہ بیان کیے ہیں: ''کسی دوسرے کے سامنے وہ بات کرنا جو اسے ناپسند ہو''۔ اردو لغت کے مطابق گالی بدزبانی اور فحش گوئی کا نام ہے۔ دین اسلام میں گالی کو سنگین جرم اور ایک بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ یہ بے شمار معاشرتی برائیوں مثلاً لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت جیسے مذموم خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔ اسلام نے جہاں دوسری برائیوں کی مذمت بیان کی ہے وہیں اسلام نے گالی کی مذمت میں بھی سخت روش اختیار کی ہے اور اس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔

گالی گلوچ منافق کی نشانی

نبی کریم ﷺ نے گالی گلوچ کو بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت میں منافق کی ایک نشانی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''منافق کی چار نشانیاں ہیں: (۱) جب بولے، جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۳) امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۴) جب جھگڑا ہو جائے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔''

گالی میں پہل کرنے والا گناہ گار ہوگا

اسلام کا ایک اصول یہ ہے کہ جس پر جتنی زیادتی کی گئی ہے وہ اس کے بقدر بدلہ لے سکتا ہے۔ اس صورت میں سارا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔ یہی اصول گالی گلوچ میں بھی لاگو ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو گناہ ابتدا کرنے والے پر ہی ہوگا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔'' (مسلم)

گالی کا جواب گالی سے دینے کی ممانعت

ایک طرف تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہوگا تو دوسری طرف اخلاقی طور پر یہ بھی ہدایت کی ہے کہ گالی کا جواب گالی سے نہ دیا جائے اس لئے کہ ایسا کرنے سے دونوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

''حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں زبان درازی کی اور انہیں ایذا پہنچائی تو

حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے۔اس نے پھر دوسری بار ابوبکرؓ کو تکلیف دی تو بھی وہ چپ رہے۔اس نے تیسری بار بھی تکلیف پہنچائی تو صدیق اکبرؓ نے اسے جواب میں کچھ کہہ دیا۔جونہی ابوبکرؓ نے جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے تو ابوبکرؓ نے کہا: یارسول اللہ کیا آپ مجھ پر ناراض ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور وہ اس تکلیف پہنچانے والی کی تکذیب کرتا رہا جب تم نے اسے جواب دیا تو درمیان میں شیطان آپڑا لہذا جہاں شیطان آپڑے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔'' (سنن ابی داود)

گالی نیکیوں کے ضیاع کا باعث

قیامت کے دن نیکیاں انسان کا واحد سرمایہ ہونگی اور انسان ان کے بدلے جنت کی آرزو لگائے بیٹھا ہوگا، مگر گالی گلوچ کرنے والے شخص پر صد افسوس! کہ اس کی نیکیاں قیامت کے دن اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کو اس نے بلا وجہ گالی دی تھی اور رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کو ''مفلس'' قرار دیا۔آپ ؐ نے فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ آدمی ہے کہ جس کے پاس مال اسباب نہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے، زکوۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس آدمی نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم)

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے

اسلام واحد مذہب ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھتا ہے۔اسلام نے ویسے تو کسی کو بھی گالی دینے کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن کسی مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی بہت سخت گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔'' (صحیح بخاری)

ماں باپ کو گالی دینا

حقوق العباد میں والدین کے حقوق کی بہت اہمیت ہے اس لئے والدین کو گالی نکالنے کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا:

''بڑے گناہ یہ ہیں کہ کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے (جبکہ بخاری شریف کی روایت میں گالی کے بجائے لعنت کرنے کا ذکر ہے) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو اپنے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اپنی ماں کو گالی دیتا ہے۔" (مسلم)

آج کل تو معاشرے میں ایسے بدبخت بھی موجود ہیں جو براہ راست اپنے والدین کو گالیاں نکالتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ ان بدبختوں کا کیا حال ہوگا؟

زمانہ یا دن کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ جس دن کسی کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ فوراً کہہ دیتا ہے: "آج کا دن ہی برا ہے"۔ حالانکہ زمانہ یا دن کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔ میرے ہی قبضہ قدرت میں تمام امور ہیں اور میں رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

ملازم کو گالی دینے کی ممانعت

آج کے جدید تہذیب یافتہ معاشروں میں مالک کا ملازم کے ساتھ گالی گلوچ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ملازم کو اس پر بڑی کوفت ہوتی ہے مگر وہ ملازمت چلے جانے کے ڈر سے دل ہی دل میں خون کے آنسو پی کر صبر کر جاتا ہے۔ ہادی عالم ﷺ کا اسوہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ان کی دس سال تک خدمت کرنے والے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی اور اللہ کی قسم آپؐ نے نہ مجھے کبھی گالی دی اور نہ مجھے کبھی اف تک کہا۔"

مردے کو گالی دینے کی ممانعت

اسلام کی حقانیت کا ایک اور ثبوت ملاحظہ کیجیے کہ اسلام نے زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی گالی نکالنے اور ان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں: ایک مردوں کے متعلقین کو تکلیف دینے کا اور دوسرا مردوں کو گالی دینے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مردوں کو گالی نہ دو کیونکہ اس سے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔" (ترمذی)

لعن طعن (لعنت) کرنے کی ممانعت

اسلام نے جہاں گالی سے منع کیا ہے وہیں لعن طعن کرنے اور کسی پر لعنت کرنے سے بھی باز رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ لعنت بھی ایک گالی ہے اور میرے علم کے مطابق یہ بدترین گالی ہے۔ اس لئے کہ لعنت کا مطلب ہے: کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا دینا۔ اب آپ خود سوچیں کہ کسی شخص کو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا دینا کتنی بڑی گالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نہ تم لعنت (بددعا) کرو اللہ کی لعنت کے ساتھ اور نہ اس کے غضب کے ساتھ اور نہ آگ کے عذاب کے ساتھ۔" (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کا غصے میں طرزِ عمل

انسان اپنی فطرت کے مطابق کبھی غصہ میں آجاتا ہے اور کبھی آپے سے بھی باہر ہو جاتا ہے ایسے تمام مواقع پر ہمیں چاہیے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھیں۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ گالی گلوچ کرنے والے، بدگوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہ تھے۔ہم میں سے کسی پر اگر کبھی ناراض ہوتے تو فرماتے: اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا طریقہ

نبی کریم ﷺ نے ہمیں غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کیا تو ان میں سے ایک شخص کی آنکھیں غصہ کے مارے لال پیلی ہو گئیں اور اس کی باچھیں پھولنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بیشک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے۔''

خلاصہ کلام

ہمارے معاشرے میں گالی گلوچ کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوتا جا رہا ہے اور لوگوں نے گالی کو کئی طرح سے اپنی گفتگو کا حصہ بنا لیا ہے۔(۱) بعض لوگوں نے گالی کو اپنی عادت بنا لیا ہے کہ ہر بات پر گالی دینا ان کی گفتگو کا لازمی حصہ ہے اور اس کے بغیر ان کی گفتگو پوری نہیں ہوتی۔ایسے لوگوں کو اگر گالی سے روکا جائے تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ گالی ہماری عادت بن گئی ہے، اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔(۲) بعض لوگ مزاحاً گالی دیتے ہیں اور سننے والی کی غیرت بھی شاید مزاح میں ''مر'' جاتی ہے اور اس طرح مزاح میں گالی دینے سے کسی کو کوئی عیب محسوس نہیں ہوتا، نہ گالی دینے والے کو نہ اسے جسے گالی دی جارہی ہے۔حالانکہ ماں بہن کی گالی پر انسان کا غصے میں آنا فطرتی بات ہے۔(۳) بعض لوگ غصے کی حالت میں گالی گلوچ تک پہنچ جاتے ہیں۔اگر ان سے گالی نہ دینے کی بات کی جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے کنٹرول نہیں ہوتا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے غصے کو کنٹرول کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو ماقبل بیان ہو گیا ہے۔(۴) بعض لوگ گالی دینے کو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے ملازموں کو گالی نہ دیں تو وہ کام نہیں کرتے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ملازم کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔

الغرض! ہمارے معاشرے میں گالی عام گفتگو کا حصہ بنتی جارہی ہے اور لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہ گالی گلوچ فساد کی جڑ اور بدترین گناہ ہے جسے کسی بھی طور پر اپنی گفتگو کا حصہ بنانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔آمین یارب العالمین!

24-12-10

اکرم التفاسیر

عنوان: قرآن کریم کی خصوصیات

پارہ۔ ولواننا۔ سورۃ۔ الاعراف آیات 1-5 رکوع 1-1

آعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

الٓمّٓصٓ o کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ o اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ o وَ کَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ o فَمَا کَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ.

سورہ الاعراف شروع ہوتی ہے۔ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ جو سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں عموماً ان میں عقائد پر زیادہ بحث ہے۔ ضمناً ان میں احکام بھی ہیں لیکن زیادہ بحث عقائد ونظریات پہ ہے یہ ابتدائی زمانے کی سورتیں ہیں۔ اس سورت میں بھی بنیادی بحث توحید باری، عظمت کتاب اور ایمان بالرسالت پر ہے چونکہ توحید باری اور کتاب اللہ کا نازل ہونا تب ہی سمجھ میں آتا ہے۔ جب کسی کا ایمان رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہو۔ ایمان بالرسالت نہ ہوتو نہ توحید باری سمجھ آتی ہے اور نہ عظمت کتاب سمجھ آتی ہے۔

الٓمّٓصٓ بعض سورتوں کے شروع میں ایسے الفاظ آتے ہیں انہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے ان پر پہلے بھی بات ہو چکی کہ ان کے معنی یا مفاہیم اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں یا اللہ کے رسول ﷺ جانتے ہیں یا پھر کچھ ایسے لوگ جن کے قلوب، قلب اطہر پیامبر ﷺ سے برکات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی حیثیت اپنی استعداد اور اپنے مقام کے مطابق سمجھ سکتے ہیں لیکن ہمارے لئے، ہر ایک کے لئے اس کا سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ ان کا پڑھنا ضروری ہے اور جو فائدہ ان کی تلاوت سے مقصود ہے مفہوم نہ جاننے کے باوجود بھی وہ فائدہ پڑھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔

قرآن کریم سارا ہی عمل کی کتاب ہے اور اصل مقصد یہ ہے کہ بندہ پڑھے، اسے سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ قرآن حکیم کو ماننے کے یہ تین درجے ہیں۔ یہ کہنا کہ میں نے مان لیا یہ ایک درجہ ہے۔ پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اصل مقصد ہے لیکن کوئی شخص اگر معنی نہیں جانتا تو تلاوت کے ثواب سے وہ بھی محروم نہیں رہتا بلکہ معنی نہ جاننے کے باعث، اگرچہ مفاہیم سمجھ نہیں آتے لیکن تلاوت کا ثواب ضرور ملتا ہے۔ اور قرآن کریم کا تو دیکھنا بھی عبادت ہے، سننا بھی عبادت ہے سمجھنا بھی عبادت ہے اور عمل کرنا ہے ہی عبادت۔

ان آیات کا سادہ سا ترجمہ عرض کردوں۔ فرمایا: یہ کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی لہٰذا آپ اس بات سے غمگین نہ ہوں کہ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے لوگ اس کا انکار کرکے جہنم جا رہے ہیں یہ تو نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے اور آخرت کے احوال سے خبر دیتی ہے ڈراتی ہے اور مقصد یہ ہے کہ جو اس میں نازل کیا گیا تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، اس کا اتباع کرو اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا مددگار و معاون سمجھ کر اس کا اتباع نہ کرو لیکن بہت کم لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور بے شمار ایسے شہر ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا اور ان پر عذاب اس طرح آیا کہ کبھی وہ رات کے وقت سو رہے تھے تو عذاب آ گیا کبھی دن کو

قبلولہ کرتے وقت آ گیا تو جب عذاب آیا تو وہ بھی اس کے سوا کچھ نہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے گناہوں کا اور ہمارے ظلم کا نتیجہ ہے۔

تفسیر: ٥ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ہے بظاہر تو یہ سادہ سا جملہ نظر آتا ہے کہ یہ کتاب ہے پھر قرآن حکیم تو مختصر اور جامع ترین کلام ہے تو یہ بات دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بات سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کتاب کا مفہوم کیا ہے؟ کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی موضوع پر ہوتی ہے۔ طب پر ہو، صحت پر ہو، کسی اور علم پر ہو، تاریخ پر ہو، جغرافیے پر ہو، سائنس پر ہو، علم نجوم پر سیارگان پر ہو تو اس کا ایک موضوع ہوتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اس موضوع کا حق ادا کر دیتی ہے جو جو باتیں جاننا اس موضوع کے لئے ضروری ہیں وہ ساری باتیں بتا دیتی ہے تیسری بات یہ ہوتی ہے کہ اس کی بتائی ہوئی باتیں غلط نہیں ہوتیں اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو آسمانی کتابوں کے علاوہ دنیا میں کتاب ہے ہی کوئی نہیں۔ محض کچھ کاغذ لکھنا اور ان کی جلد بندی کر دینا اور اسے دو جلدوں میں بند کر دینا یہ تو کتاب نہیں ہے۔ کتاب کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ اس میں جس موضوع پر بات ہو اس کا حق ادا کرے اور ہر بات ناقابل تنسیخ حتمی اور یقینی ہو۔ اگر یہ معیار ہے تو قرآن ہی کتاب ہے چونکہ پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان کی بھی تحریف ہو گئی یا وہ صورت باقی نہ رہی اپنے وقت میں وہ واقعی کتاب کہلانے کی حقدار تھیں لیکن ان کا موضوع محدود تھا مخصوص قوموں کے لئے تھیں مخصوص علاقوں کے لئے تھیں۔ اور مخصوص اوقات کے لئے تھیں ایک زمانہ بیت گیا جب ان کی حیثیت کتاب ہونے کی تو باقی رہی اور اس پر آج بھی ہمارا ایمان ہے کہ ساری کتابیں حق ہیں لیکن وہ قابل عمل نہ رہیں وہ وقت گزر گیا وہ زمانہ گزر گیا وہ لوگ گزر گئے۔ ان پر ایمان رہے گا لیکن عمل صرف قرآن پر ہو گا۔

قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے نزول سے لے کر قیامت تک کے لئے یہی کتاب ہے کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہو گی۔

دوسری بات اس کا موضوع ہے یعنی بندے کے اللہ کی معرفت اور بندے کا اللہ سے تعلق کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اب یہ حصول معرفت اور اللہ سے تعلق کے حصول کی بات جب آتی ہے تو یہ بڑی طویل ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی قدرت نے ایسی بنائی ہے کہ ہر لمحے اس کی ضروریات بدلتی رہتی ہیں اور ان کی تکمیل کے ذرائع بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی اسے پیاس لگتی ہے اسے پانی چاہئے، جب بھوک لگتی ہے کھانا چاہئے۔ نہ پانی ایک قسم کا ہے نہ کھانا ایک قسم کا ہے کوئی پانی کسی کو ٹھنڈا نہیں ملتا، کوئی ٹھنڈا ملتا ہے تو کہتا ہے، مجھے شربت چاہیے، کہیں کوئی شربت ملتا ہے تو کہتا ہے مجھے کولڈ ڈرنک چاہئے۔ پانی کی اقسام بھی بے شمار ہیں اور ان کے حصول کے طریقے بھی بے شمار ہیں کوئی چھین کے لے لیتا ہے، کوئی چوری کر کے لے لیتا ہے کوئی جائز طریقے سے لیتا ہے، اسی طرح کھانا چاہیے اب کھانے کی قسمیں گننے لگیں تو گنی نہیں جا سکتیں پھر ان میں پاک کتنا ہے، ناپاک کتنا ہے، اس کے حصول کے طریقے کتنے ہیں، مزدوری کر کے لیتا ہے، کاروبار کر کے لیتا ہے، چھین کے لیتا ہے، رشوت سے لیتا ہے، سود سے لیتا ہے یا حلال طریقے سے لیتا ہے پھر اقسام کتنی ہیں کھانے کی پھر اس کھانے کے اثرات۔ بدن پر کیا کیا مرتب ہوتے ہیں، پینے کے اس بدن پر اثرات۔ یہ ساری چیزیں مل جل کر انسانی وجود میں جو تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں وہ اسے ایک عجوبہ بنا دیتی ہیں پھر یہ ساری تبدیلیاں ایسی ہوں کہ ان سے صرف وجود نہ بنے بلکہ ان کے ساتھ روح بھی مضبوط ہوتی چلی جائے تو یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ ایک انسان نہیں ہے، ایک زمانے کے انسان نہیں ہیں بلکہ نزول قرآن سے لے کر قیام قیامت تک جتنی مخلوق دنیا پہ آ کر موت کی آغوش میں جائے گی ان سب انسانوں کے لئے ایک مربوط نظام جس میں انسانی زندگی کا ہر پہلو اس کی ازدواجی زندگی، نکاح و طلاق کے اور رشتے قائم کرنے اور توڑنے کے طریقے اور انداز، کمانے کے انداز، کھانے کا طریقہ،

اس میں جائز ناجائز، حلال وحرام، آپس میں افراد کے ایک دوسرے سے تعلقات، بھائیوں کا بھائیوں سے، بہنوں کا بھائیوں سے، بھائیوں کا بہنوں سے، بہنوں کا بھائیوں سے، میاں بیوی کے آپس کے رشتے، ماں باپ اور دوست احباب، معاشرہ اور ملک سے تعلق، پھر کمائی کے ذرائع، حصول زر کے ذرائع، کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے کیا کیا جائے، کیا نہ کیا جائے پھر خرچ کرنے کے مقامات، کہاں کہاں خرچ کیا جائے، کہاں کہاں نہ کیا جائے۔ پھر تقسیم زر کے ذرائع کہ دولت کسی ایک جگہ جمع نہ ہو، دولت معاشرے میں گردش کرتی رہے یہ تو بڑی لمبی کہانی ہے۔ اس کے ساتھ تغیرات زمانہ، زمانے کی تبدیلی ایک زمانے میں لباس ایک اور طرح کا ہوتا ہے موسم اور طرح کے ہوتے ہیں خوراک اور طرح کی ہوتی ہے۔ چندے بعد زمانہ بدل جاتا ہے، لباس بدل جاتا ہے، خوراک بدل جاتی ہے غذائیں بدل جاتی ہیں ہم نے کئی زمانے بدلتے دیکھے ہیں۔ اب جس طرح کی غذا بچپن میں ہم کھاتے تھے شائد آج کے بچے اس طرح کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس طرح کی کسی کو دو تو وہ شائد زندہ رہنے کی بجائے مرجائیں وہ تو ہضم بھی نہیں کر سکتے آج کے جو لوگ ہیں وہ ان کو ہضم بھی نہیں کر سکتے بلکہ آج کا ڈاکٹر بتاتا ہے دودھ نہیں پیو، لسی نہیں پیو، یہ مکھن نہیں کھاؤ، ہم دودھ مکھن کے بغیر بچہ پالنے کا تصور نہیں کرتے تھے۔ معصوم بچے کو بھی دودھ پلوایا جاتا تھا، مکھن چٹوایا جاتا تھا، شہد کھلایا جاتا تھا، آج کا ڈاکٹر اور طبیب کہتا ہے یہ چیزیں کھاؤ گے تو مرجاؤ گے کتنا فرق ہے وہ باجرے کی روٹیاں بنا کر کھایا کرتے تھے۔ آج کسی کو گندم کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ ڈبل روٹی اور اس طرح کی کوئی چیز، برگر منگواتا ہے، گندم کی روٹی اس کے لئے ہضم کرنا مشکل ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی ضرورتیں بھی بدلتی ہیں اس کی تکمیل کے ذرائع بھی بدلتے ہیں انسانی لباس بھی بدلتے ہیں۔ سفر کے ذرائع کتنے بدل گئے ہم لوگ پیدل چلا کرتے تھے اور ایک زمانے میں سائیکل عجوبہ ہوا کرتی تھی، کسی کے پاس سائیکل ہوتی تھی تو بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا اور موٹر کا تصور کہیں دور دراز جانے والوں کے لئے تھا پانچ دس میل کے سفر میں کوئی تصور نہیں تھا۔ اب گھر میں گاڑی ہو، دروازے کے ساتھ نہ ہو تو بندے کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں سے سوگز جانا ہو تو لوگ گھنٹہ گھنٹہ گاڑی کا انتظار کرتے ہیں۔ تو یہ ساری چیزیں بدلتی رہتی ہیں، تبدیل ہوتی رہتی ہیں اسی طرح ایک زمانے کی جنگیں کتنی مختلف تھیں کہ لوگ روبرو تلواروں سے لڑتے تھے۔ اور پھر بندوق آئی توپیں آئیں، پھر ہوائی جہاز آئے اب وہ ساری چیزیں بھی پیچھے رہ گئیں اور جدید ایٹم بم اور راکٹ، اور پتہ نہیں کیا کیا آ گئے۔ تو زندگی کے ہر شعبے میں یہ تبدیلیاں روز بروز رونما ہو رہی ہیں تو ایسی کتاب جو کسی تبدیلی سے کہیں ناکام نہ ہو ہر حالت کی تبدیلی کے مطابق انسانی زندگی کو مکمل کرنے کے پورے سلیقے اور طریقے عام فہم زبان میں بتا رہی ہو زمانے میں تبدیلیاں آ رہی ہوں لیکن کتاب میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے اور کوئی ایسا سوال کسی زمانے میں نہ ہو جس کا وہ جواب نہ دے سکے اور وہ جواب حتمی اور یقینی نہ ہو۔ اگر یہ ساری باتیں دیکھی جائیں تو پھر دنیا میں ایک ہی کتاب ہے، جس کا نام ہے قرآن مجید سو ارشاد فرمایا: ھٰذا کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کتاب جسے کہا جاتا ہے وہ یہ ہے ورنہ دنیا کی لائبریریاں بھری پڑی ہیں بچوں کے بستے بھرے پڑے ہیں، سکول اور مدارس بھرے پڑے ہیں، گھروں میں رکھی ہیں لائبریوں میں کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن ہے کوئی ایسی کتاب جو زندگی کے ہر سوال کا جواب دے اور جس کا ہر جواب حتمی اور یقینی ہو اس لئے فرمایا کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو کتاب کے سارے مفاہیم کو کما حقہ ادا کرتی ہے۔ جو جو چیزیں کتاب میں ہونی چاہئیں ان سب کا حق ادا کرتی ہے کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اے میرے حبیب! ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ اب جب اتنی عظیم الشان کتاب آئی

اور سننے والوں میں اکثریت ان بدبختوں کی تھی جنہوں نے کہا یہ قصے کہانیاں ہیں یہ اپنی طرف سے جوڑ لیتے ہیں یہ انہیں کوئی سکھا دیتا ہے، یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے تو جب اس طرح کے اعتراضات مشرکین اور یہود و نصاریٰ اور کفار کی طرف سے آئے تو حضور ﷺ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ دکھ یہ ہوتا تھا کہ کتاب کے ہوتے ہوئے لوگ اس کا انکار کر کے جہنم جا رہے ہیں یہ آپ ﷺ کی رحمت للعٰلمینی کا ایک پہلو تھا کہ دشمنوں کا بھی دکھ ہوتا تھا کہ یہ نادانی میں میرے دشمن بن رہے ہیں۔ میں تو ان کا دشمن نہیں ہوں، میں تو ان کا دوست ہوں میں تو ان کو جہنم سے بچانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ میں تو ان کو جنت میں اللہ کی رضا اور اللہ کی بارگاہ میں لے جانا چاہتا ہوں لیکن یہ ایسے بے نصیب ہیں کہ قرآن کے نزول کے بعد بھی یہ جہنم میں جائیں گے۔ آپ ﷺ کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کے انکار سے اور کتاب کی مخالفت سے دکھ ہوتا تھا۔ اتنا دکھ ہوتا تھا کہ اللہ کریم نے تشفی فرمائی۔ فرمایا: فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ اے میرے حبیب! آپ ان کی باتوں سے اپنی دل میں تنگی محسوس نہ کریں، دکھی نہ ہوں، اے میرے محبوب! آپ اپنا حق ادا کر رہے ہیں اگر یہ نہیں مانتے تو یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے آپ دکھی نہ ہوں، اپنے آپ کو پریشانی میں نہ ڈالیں، تکلیف میں نہ ڈالیں۔ اگر مشرکین عرب قرآن کی مخالفت کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کو دکھ ہوتا ہے تو ہم جو کلمہ پڑھنے کے بعد قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اس کا دکھ نہیں ہوتا ہوگا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ہم اللہ کی توحید کے بھی قائل ہیں حضور اکرم ﷺ کی رسالت کے بھی قائل ہیں لیکن قرآن پر عمل کے قریب ہم نہیں جاتے۔ کیا ہمارے ملک کا آئین و دستور قرآن کا ہے؟ کیا ہماری اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے لوگ اس قابل ہیں کہ وہ اللہ کے مقابلے میں قانون سازی کریں؟ یہ کون سا نظام کون سی اسلامی حکومت ہے، کون سے مسلمان ہیں ہم؟ آدھی سے زیادہ ممبرانِ اسمبلی کی سندیں جعلی ہیں، انپڑھ لوگ بیٹھے ہیں وہ کیا قانون بنائیں گے جن کو اپنا نام لکھنا نہیں آتا وہ قانون کیا بنائیں گے لیکن یہی لوگ قانونی بنا رہے ہیں، اللہ کے قانون کو کوئی نہیں پوچھتا اگر مشرک اس پر اعتراض کرتے تھے اور حضور ﷺ کو دکھ ہوتا تھا تو آج مسلمان کہلانے والے اسلام کا دعویٰ کرنے والے جب اس کے خلاف عمل کرتے ہیں اور اپنی طرف سے قانون بنا کے نافذ کرتے ہیں، قرآن کی پرواہ نہیں کرتے تو کیا نبی کریم ﷺ کو دکھ نہیں ہوتا؟ یہ تو دوہرے دکھ کی بات ہے یہ دوگنا جرم ہو گیا کہ ایک تو قرآن پر عمل نہیں کیا، ایک اللہ کے حبیب ﷺ کو دکھ دیا۔ تو میرے بھائی ہمارے بس میں تو نہیں ہے کہ ہم کسی کو مجبور کریں لیکن یہ جو ہمارا اپنا وجود ہے یہ تو اللہ نے ہمارے بس میں دیا ہے۔ ہمیں اتنا احساس تو ہونا چاہیے کہ ہماری زندگی قرآن کے مطابق ہو۔ سو فرمایا میرے حبیب فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں آپ دکھ محسوس نہ کریں لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ٥ یہ کتاب اس لئے ہے کہ لوگ جب موت آئے گی ایک حدیث کا مفہوم بھی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں النَّاسُ نِيَامٌ لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ سویا ہوا بندہ اپنے نفع نقصان نیکی بدی، موسم کی گرمی سردی، کسی کی بیماری، ہر چیز سے بے خبر ہوتا ہے۔ فرمایا لوگوں کا عالم یہ ہے کہ جیسے سوئے ہوئے ہیں جب ملک الموت آتا ہے تو ان کی آنکھ کھل جاتی ہے لیکن اس وقت جاگ آ بھی گئی تو اس وقت کام کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے تو جب موت آئے گی فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق:22) آج تمہاری نگاہ کھول دی گئی اور پردے ہٹا دیے گئے اور تمہیں فولادی نگاہ دے دی گئی تمہاری نظر مضبوط کر دی گئی۔ فرشتے بھی نظر آ جائیں گے، جنت دوزخ بھی نظر آ جائے گی، عذاب و ثواب بھی، اعمال کی صورتیں بھی سامنے آ جائیں گی لیکن اس وقت توبہ کا وقت گذر چکا ہوگا کام کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا تو انذار یہ ہے کہ آنے والے خطرے سے کسی کو بروقت خبردار کر دینا جو چیزیں

موت نے آ کر ان پر منکشف کرنی ہیں اس کتاب میں ہم نے وہ ساری چیزیں ان کو بتادی ہیں کہ اگر برائی کرو گے تو اس برائی کا کیا انجام ہوگا، نیکی کرو گے تو اس کا کیا صلہ ہوگا، تو یہ انجام، یہ آواز، یہ صورتوں کا دیکھنا، یہ اعمال کی اشکال اور ان کی کیفیات اور واردات موت آنے پر منکشف ہونی تھیں فرمایا، اس کتاب کا کمال یہ ہے کہ وہ ساری باتیں وقت پر بتادیں ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور جو اس کا دامن تھامتا ہے اسے پوری پوری رہنمائی اور نصیحت دیتی ہے، صحیح کام کرنے کا سلیقہ بتاتی ہے۔ اور نصیحت کیا ہوتی ہے؟ کسی کام کو کرنے کا صحیح طریقہ اور ڈھنگ بتایا جائے کہ غلط کرو گے تو تمہارا نقصان ہوگا تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس طرح سے کرو تا کہ تمہیں فائدہ ہو تو کتاب دو کام کرتی ہے ایک بہت بڑا کام یہ کرتی ہے کہ جو چیزیں برزخ میں منکشف ہونی ہیں، برزخ میں جا کر سمجھ آنی ہے وہ یہاں بتادیتی ہے کہ شرک کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا، ظلم کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا، قتل کرو گے اس کا نتیجہ یہ ہوگا، اللہ کی نافرمانی کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ ہر گناہ کی تفصیل، اس کا جرم، اس کی نوعیت اور اس کی سزا بتادیتی ہے تا کہ لوگ اس سے بچ سکیں آپ سڑک پر جائیں تو آگے ایک بورڈ لگا ہوتا ہے اس پر ایک ٹیڑھی میڑھی لکیر لگی ہوتی ہے کہ آگے اس طرح کا موڑ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ کہیں موڑ پر جا کر گاڑی نیچے نہ جا پڑے، پہلے دیکھ لو اس طرح کا موڑ ہے، یہ گاڑی سنبھال لو اور آرام سے اتر جاؤ۔ کہیں بورڈ لکھے ہوتے ہیں، یہاں کتوں سے ہوشیار رہیں۔ کوئی کاٹنے والے کتے ہوں گے وہاں وہ لکھ دیتے ہیں کہ بھئی بچ کے گزرنا یہاں خطرہ ہے۔ جنگل میں لگا ہوتا ہے یہاں شیروں سے بچ کے گزرنا یہ شیروں کا جنگل ہے یا سانپ سے ہوشیار رہیں۔ یہ کس لئے ہوتے ہیں؟ یہ اس لئے ہوتے ہیں کہ کسی کو سانپ ڈس لے یا شیر پھاڑ کھائے تو پھر تو اسے پتہ چل جائے گا کہ یہاں شیر ہوتے ہیں۔ اسے پہلے بتادیا جائے کہ یہاں سے بچ کے اپنی حفاظت کا سامان کر کے گزرے تا کہ نقصان نہ ہو۔ تو قرآن حکیم، موت کے خاتمے پر برزخ میں جا کر جن حقیقتوں کا پتہ چلتا ہے وہ حقیقت یہاں پر وقت سے پہلے بتا دیتا ہے۔ کوئی قرآن کو پڑھے، قرآن کو سمجھے، قرآن کی بات سنے تو ساری آخرت اس پر منکشف ہو جاتی ہے، یہ کام کرنے کا ہے یہ نہیں کرنے کا ہے یا اس سے بچنا ہے اور جو قرآن کا دامن تھام لیتے ہیں ان کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ ہر موقع پر انہیں نصیحت کرتا ہے، زندگی کے ہر شعبے میں انہیں نصیحت کرتا ہے۔ اب جب اتنی عظیم کتاب ہے، اتنا عظیم رسول ہے اللہ کا اتنا اہتمام فرمایا گیا ہے تو بندہ تھوڑا سا غور کرے اپنے آپ کو دیکھے کہ میری حیثیت کیا ہے۔ ساری دنیا کو چھوڑ کر بندہ ایک لمحے کے لئے یہ تصور کرلے کہ فقط میں ہی زمین پہ بیٹھا ہوں کہ دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ اپنی حیثیت دیکھے اور پھر دیکھے کہ میرے لئے اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا؟ پھر یہ سوچے کہ یہ کلام میرے لئے نازل فرمایا اور پھر یہ سوچے کہ میں اس بات پر کتنا عمل کر رہا ہوں پھر اپنی حیثیت سمجھ آجاتی ہے کہ میرے ساتھ آخرت میں کیا ہونا چاہئے۔ بندے کو پتہ چل جاتا ہے ہم میں سے ایک ایک کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اتنی بڑی ہستی ہمارے لئے؟ ہم میں سے ایک ایک کے لئے قرآن کریم نازل ہوا اور اللہ نے فرمایا! اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ رب ہوتا ہے پالنہار پروردگار، پیدا کرنے والا اور پالنے والا، ہر ضرورت کو ہر وقت، ہر حال میں پوری کرنے والا۔ فرمایا، وہ تمہارا رب ہے وہ تمہارے وجودوں کا بھی رب ہے وہ تمہاری ارواح کا بھی رب ہے تم شائد لذت کام و دہن کو سمجھ سکو تم شائد مال اکٹھا کر سکو تم شائد وجود کی ضروریات اور میڈیکل سائنس کو سمجھ جاؤ اور تم صحتمند رہو۔ لیکن روح نہ تمہاری سمجھ میں آئے گی نہ تم دیکھ پاؤ گے ہوسکتا ہے تم بدن کو صحتمند رکھتے رہو اور روح مرجائے۔ تو انسان تو روح کے ساتھ انسان ہے۔ آپ دیکھتے ہیں ہم کہتے ہیں ابا جی،

اماں جی، بھائی، بیٹا لیکن اگر اس کی روح نکل جائے تو کیا اسے ابا جی، اماں جی، بیٹا کہتے ہیں پھر کہتے ہیں میت ہے۔ روح الگ ہوجائے تو کوئی رشتہ نہیں رہتا ہر بندہ نعش بن جاتا ہے، لاش بن جاتا ہے، میت بن جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ انسان حقیقتاً روح ہے۔ وہ روح ہے تو ہر بندہ ایک انسان ہے، اس کی ایک قوم ہے، اس کی ایک ذات ہے، اس کا ایک عقیدہ ہے، اس کی ایک ملکیت ہے اس کی ایک جائیداد ہے، اس کا ایک مرتبہ ہے، اس کا ایک عہدہ ہے۔ روح نکل گئی تو سب کچھ گیا صرف میت رہ گئی نہ کوئی اس کا عہدہ رہا، نہ اس کی کوئی جائیداد رہی، نہ اس کی ملکیت رہی، نہ اس کا کوئی رشتہ رہا صرف لاش رہ گئی۔ تو اگر روح ہی مرجائے اور بدن کو پالتے رہے تو کیا فائدہ عرب شاعر نے کہا تھا بہت خوبصورت مصرعہ ہے۔ اَجْسَامُھُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُورُھُمْ یہ جو ایمان نہیں لائے ان کے جسم قبروں میں جانے سے پہلے روحوں کی قبریں بن چکی ہیں۔ یہ انسان نہیں رہتا یہ چلتی پھرتی قبر ہوتا ہے جس میں ایک مردہ روح ہے۔ تو فرمایا اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ اللہ تمہارا رب ہے۔ وہ روح کا بھی رب ہے جو طریق حیات اللہ نے بتایا ہے وہ ایسا عجیب ہے کہ تم روزی کماؤ، کوئی کھانا بناؤ، لباس پہنو، مقام و مرتبہ پاؤ گے۔ یہ سب بدن کے لئے ہی نہیں ہوگا اگر قرآن کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کروگے تو از خود اس کے ساتھ روح بھی صحت مند جواں ہمت ہوتی چلی جائے گی۔ قرآن کے علاوہ کسی بھی طریقے سے شائد تم دولت زیادہ کمالو، شائد تم عہدہ بڑا لے لو لیکن یہ یقینی بات ہے کہ قرآن سے ہٹ کر جب یہ کام کروگے تو بدن کو فائدہ ہوگا لیکن روح مرجائے گی۔ تو اللہ چونکہ رب ہے۔ بدنوں کا بھی رب ہے، ارواح کا بھی رب ہے، اس نے اتنا خوبصورت طریقہ بتادیا۔ کام وہی کرنا ہے جو ایک بے دین یا بدکار کررہا ہے۔ وہ روزی کمارہا ہے آپ نے بھی روزی کمانا ہے، وہ

ہدایات برائے احباب سلسلہ عالیہ بحکم حضرت شیخ المکرّم مدظلہٗ العالی

1 احباب کو ہدایت کی جاتی ہے کہ بیماریوں، پریشانیوں اور دیگر تکالیف کیلئے حضرت شیخ المکرّم دامت برکاتھم العالی کی خدمت اقدس میں خط بھیج کر زحمت نہ دیں۔ جس کو نقش درکار ہوں کوئی بندہ دارالعرفان بھیج کر نقش حاصل کرلیں۔ بذریعہ ڈاک آپ کو نقش نہیں بھیجے جائیں گے۔ نقش لینے کیلئے حضرت جی مدظلہٗ العالی کی ملاقات کے اوقات درج ذیل ہیں:

صبح 11 بجے سے دوپہر 1 بجے تک | **جمعۃ المبارک، سوموار اور اجتماعات کے دن ناغہ ہوگا**

2۔ صاحب مجاز حضرات، ضلعی امراء سلسلہ عالیہ، صوبائی صدور تنظیم الاخوان، انچارج ذیلی دارالعرفان نیز اندرون ملک سے ہر طرح کی رپورٹس جو کہ حضرت جی مدظلہٗ العالی کے نام ارسال کی جاتی ہیں وہ مرکزی دفتر کے نام ارسال فرمائیں۔ یہاں سے ترتیب وار حضرت جی مدظلہٗ العالی کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔ شکریہ

منجانب: مرکزی دفتر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

لباس پہنتا ہے آپ کو بھی لباس پہننا ہے، اس کے خاندان ہیں بیوی بچے ہیں، آپ کے بھی خاندان ہیں بیوی بچے ہیں، گھر بنائیں، خاندان بنائیں، کام سارے وہی ہیں ان کے کرنے کے طریقے مختلف ہیں ایک بندہ خواہش نفس کے تحت کام کرتا ہے نتیجتاً وہ اپنی خواہش نفس اور شیطان کے تابع ہوجائے گا اور جو قرآن حکیم کے مطابق کام کرے گا اس کی روح بھی جواں ہمت اور تروتازہ ہوتی چلی جائے گی چونکہ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ صرف بدنوں کا رب نہیں ہے روح کا بھی رب ہے وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا کارساز یا مددگار سمجھ کر اس کی بات مت مانو۔ کسی کی بات اللہ کے حکم کے خلاف ماننا اس امید پر کہ یہ میری مدد کرے گا آیا اگر نہیں مانوں گا تو یہ مجھے نقصان دے گا یہ قطعی شرک ہے، تم نے اسے اللہ کے برابر مان لیا۔ ہم اللہ کو مانتے ہیں کہ ہم اس کی اطاعت کریں گے تو بہت عطا کرے گا، نافرمانی کریں گے تو سزا دے گا۔ اب اگر یہی بات کسی اور میں مان لی جائے، کہ اب یہ صدر ہے، وزیراعظم ہے، یہ وزیر ہے یہ ایس پی ہے، یہ ڈی سی ہے اگر میں اس کی بات نہیں مانوں گا تو میرا نقصان ہوجائے گا بات مانوں گا تو انعام دے گا لیکن وہ بات اللہ کے حکم کے خلاف ہو اللہ کی بات کو چھوڑ کر اس کی بات مانی جائے تو یار تم نے تو اس کو اپنا اللہ بنا لیا۔ یہی تو ہم پوری زندگی میں کر رہے ہیں میں حیران ہوتا ہوں کہ ہمارے ٹیلی ویژن پر اقوال سنائے جاتے ہیں، اقوال زریں آتے ہیں تو وہ کافروں کے ہوتے ہیں۔ مثالیں دی جاتی ہیں تو وہ کافر معاشرے کی۔ کیا تاریخ اسلام اتنی بانجھ ہو چکی ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں سنائی جا سکتی؟ کیا خلفائے راشدین کے ارشادات، صحابہ کرامؓ کے ارشادات، اولیاء اللہ کے ارشادات نہیں سنائے جا سکتے؟ ایک ایک ولی اللہ مینارۂ نور ہے تو کیا ان کے کوئی ارشادات نہیں۔ کوئی نہیں سناتا۔ کیا اس

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

سلسلہ احباب کیلئے خصوصی آفر زیارت حرمین شریفین اور

ویزہ عمرہ کیلئے بہترین پیکج حاصل کریں

رمضان المبارک تک ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ٹوٹل راتیں	مکہ	مدینہ	مکہ	ٹوٹل روپے
14 راتیں	3	8	3	18500
20 راتیں	6	10	4	23000
27 راتیں	8	14	5	27500

زائد راتوں کی صورت:
مدینہ منورہ فی رات 500 پاکستانی
مکہ مکرمہ فی رات 850 پاکستانی

ساتھی ہر ماہ اجتماعی طور پر اکٹھے عمرہ پر جانے کیلئے ایڈوانس بکنگ کروا سکتے ہیں

مینجنگ ڈائریکٹر: حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

ٹکٹ کے علاوہ مکمل پیکج
درج ذیل ہیں جو 25 شعبان تک ہونگے
یکم شعبان سے ویزہ اپروول ریٹ بڑھ سکتے ہیں

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A
عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگ

Ph: 0462-51159,512559 - Mob: 0334-6289958 - E-mail:alarooj@hotmail.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

معاشرے کی مثال نہیں دی جاسکتی جس میں کوئی جانور بھی کسی دوسرے کے کھیت میں نہیں گھستا تھا۔ مغرب کی مثالیں ہمیں سناتے ہیں، اقوال آتے ہیں تو مغرب کے دانشوروں کے جو خود اللہ کے منکر ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کو نہ پہچان سکے ان جاہلوں کی باتیں ہمیں کیا سناتے ہو، ہمیں بھی جہالت میں ہی دھکیلنا چاہتے ہو؟

فرمایا حق یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو مادی وجود رکھتا ہے، مادی لذات سے آشنا ہوتا ہے، اس کے پاس مادی نظر ہے، مادی چیزوں کا حسن اس پہ منکشف ہوتا ہے۔ دماغ مادی ہے وہ مادی چیزوں کی چکا چوند میں اتنا کھو جاتا ہے۔ قلیلا ماتذکرون بڑے خوش نصیب بندے ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں یہ جتنی بات ہم نے کی لوگ سنتے ہیں اس وقت سر بھی ہلاتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں لیکن دنیاوی لذات کو نہیں بھولتے، موبائل پہ گانا سننا نہیں بھولتے، خوبصورت رنگ لگانا نہیں بھولتے، فیشن کرنا نہیں بھولتے، ٹی وی دیکھنا نہیں بھولتے، یہ ساری باتیں ہیں تو فرمایا وقلیلاً ماتذکرون تھوڑے لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں بڑے خوش نصیب ہیں جو ان باتوں کو دل میں جگہ دے دیتے ہیں اور انہیں اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا لیتے ہیں لیکن ایک بات یاد رکھو یہ تمہارے سامنے ہے آخرت کی باتیں تو ہو گئیں اب دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے کچھ سبق حاصل کرو۔ فرمایا ہوتا یہ ہے کہ کتنے ہی شہر ایسے تھے جنہیں اللہ کریم نے ہلاک کر دیا وکم من قریة اھلکنھا کتنے قصبے، گاؤں، شہر ایسے تھے کہ جن میں سے کسی میں طوفان آیا، کہیں آگ برسی کوئی زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی نالے میں غرق ہو گیا، فجاءھا باسنا بیاتا اوھم قائلون۔ دن کو، راتوں کو بڑے مزے سے اپنے آرام دہ بستروں میں نیند کے مزے لوٹ رہے تھے کہ طوفان آیا سب کو لے گیا، زلزلہ آیا تباہ ہو گئے، زمین پھٹ گئی اس میں غرق ہو گئے کبھی تو ایسا ہوا۔ کبھی کھا پی کر دوپہر کو آرام کر رہے تھے، قیلولہ کر رہے تھے آرام کر رہے تھے تو کوئی مصیبت آ گئی، آگ برس گئی، پتھر برسے زمین شق ہو گئی، طوفان آ گیا تباہ ہو گئے، لیکن ایک بات ان تمام تباہ ہونے والے افراد اور اقوام میں ایک جیسی تھی کہ جب ان پر تباہی آئی فما کان دعوھم اذ جاء ھم باسنا جب عذاب آیا تو سارے ایک ہی بات کہتے تھے الا ان قالوا انا کنا ظلمین۔ اس وقت کہتے تھے ہم نے بڑے ظلم کئے کاش ہم نے گناہ نہ کئے ہوتے ہم نے اللہ کی نافرمانی کی ہم نے اللہ کے نبی کی نافرمانی کی تو یہ سزا ہم پر آ گئی خود اپنے کردار پہ گواہ بن جاتے تھے کہ ہم نے یہ ظلم کئے اس لئے ہم پر یہ تباہی آ گئی۔ اللہ ان تباہیوں سے بچائے اپنے اور اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين

ذائقہ اور صحت
توہین علاج بالغذا کے عین مطابق
سب کیلئے
TRADE MARK
SABIR MULTANI
BRAIN
Liver Heart
Al-Sabir PHARMACY
اعصابی اور دماغی قوت کیلئے
اصلی سفوف
مقوی جسم
ایپ امانی خوبیوں کے ساتھ
خالص قدرتی اجزاء سے تیار کردہ
مکمل دماغی و جسمانی ٹانک
چھوٹا جار 750 روپے
بڑا جار 1400 روپے
دماغ کو قوی اور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے
حافظہ اور نظر کو تیز کرتا ہے
خواتین کے لئے انتہائی مفید ہے
چہرہ کو پرکشش اور بارونق بناتا ہے
خوبصورت اور سیل شدہ پیکنگ شوگر فری میں بھی دستیاب ہے
یہ ٹانک ہر قسم کے مضر اثرات سے پاک ہے اس میں اسٹیرائیڈز نشہ آور ادویات بالکل نہیں ہیں
فری ہوم ڈلیوری کے لئے ابھی رابطہ کریں
0333.6387190
0334.6026322
0331.7100875
سیل پوائنٹس
مطب صدیقی
1: ملتان کمرشل سنٹر نزد کوکا کولا فیکٹری وہاڑی روڈ ملتان
2: جامع مسجد بیری والی گلی 1 ملتان
061-4017357
A Product Of Al-Sabir Shifa Foundation Multan-Pakistan- Reg No: Rm/19
E mail- alsabirpharmacy@yahoo.com _ alsabir.foundation@yahoo.com
توجہ فرمائیں!
الصابر فارمیسی
منجانب حافظ محمد اسماعیل صدیقی ریسرچ ڈائریکٹر الصابر فارمیسی پاکستان
061-4511776
0300-6387190

من الظلمت الی النور

ثمینہ زاہد بنت بریگیڈیئر خضر حیات ۔ لاہور

یہ سن 1996ء کی ایک حسین شام کی بات ہے۔ میرے سسر کے انتقال کو کچھ ہفتے گزرے تھے اور انکے افسوس کے لئے میرے میاں کے ایک پرانے استاد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب میرے سسرالی گھر واقع گلبرگ تشریف لائے۔ یہ زاہد کے بہت پرانے سکول کے زمانے کے استاد تھے۔ دونوں استاد شاگرد میں بڑی انسیت تھی۔ زاہد کو لاہور میں نوکری کی تلاش تھی۔ انہوں نے مولوی حفظ الرحمٰن کو اپنی مشکل بتائی، تو وہ فرمانے لگے ہر وظیفے کے لئے پانچ وقت کی نماز شرط ہے۔ اور تم تو پڑھتے نہیں تو زاہد نے کہا کہ میری بیوی نمازن ہے۔ چنانچہ مجھے بلایا گیا، میں چار نمازیں تو باقاعدگی سے پڑھتی تھی لیکن فجر قضا ہو جاتی، میں ایک بے پردہ فیشن ایبل خاتون تھی اور مجھے دین کے بارے میں زیادہ معلومات نہ تھیں، نہ دلچسپی تھی نہ فرصت البتہ ہمارے خاندانی عقائد درست تھے، گو کہ اعمال میں کمزوریاں تھیں۔ تو بات ہو رہی تھی وظیفے کے بارے میں۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ انہوں نے نظر اٹھائے بغیر اپنے پاس فرش پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وظیفہ سمجھایا اور پھر قلب پر ذکر کر کے بتایا اور فرمایا کہ اگر آپ کریں گی تو بہت نفع ہوگا۔ میری زندگی کا دھارا اللہ پاک نے ان قابل احترام ہستی کے ہاتھوں موڑ دیا۔ مجھے یہ عام مولویوں سے مختلف لگے۔ پھر میں نے ضربیں لگائیں اور محسوس ہوا کہ یہ بہت مزے والی چیز ہے۔ مجھے بہت مزہ آیا۔ لیکن میں زیادہ سنجیدہ نہ تھی۔

اس دوران میرے دیور جو سعودی عرب میں مقیم تھے واپس آئے اور انہیں خبر ہوئی تو بولے کہ بھابھی! میرے شیخ بھی مجھے ذکر کرواتے ہیں اور پھر اپنا طریقہ بتایا، آپ اسے کریں یہ بہت فائدہ مند چیز ہے۔ چنانچہ میں نے زاہد سے کہا کہ آپ مولوی حفظ الرحمٰن کو ہمارے گھر واقع ڈیفنس میں بلائیں تاکہ وہ ہمیں ذکر کروائیں۔ اس دن میں نے اپنی دونوں چھوٹی بہنوں اور ایک بہنوئی کو بھی دعوت دی۔ جو والدین، جوان بھائی اور بہن کی فوتیدگی کی وجہ سے بہت اداس اور پریشان رہتی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ مجھ سے زیادہ تیزی سے ذکر کی طرف بڑھیں۔ اور یوں ہم پانچ چھ لوگوں کی جماعت کا مولوی حفظ الرحمٰن اور کبھی کبھی میرے دوسرے استاد طارق صاحب جو صاحب کشف بھی ہیں کی زیر نگرانی ذکر شروع ہوا۔ دو مہینے کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے مجھے، زاہد اور بہنوں کو "حضرت جی" کے پاس جا کر بیعت کرنے کا مشورہ دیا جو اس سوسائٹی تقریباً ہر مہینے تشریف لایا کرتے تھے۔ اس طرح ہم سلسلے سے، حضرت مدظلہ العالی سے اور دوسرے لوگوں سے متعارف ہوئے۔ مجھے "تحفۃ الخواتین" اسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ، حرمین شریف اور بہت سی کتابیں مولوی صاحب نے پڑھنے کیلئے دیں۔ سوسائٹی کی لائبریری سے میں نے دوسری تصوف کی کتابیں خریدیں اور حضرت جی کے کیسٹ باقاعدگی سے سنے اور المرشد باقاعدگی سے پڑھے یوں مجھ پر دل کی دنیا کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

ذکر سے پہلے مجھ پر ہر وقت اپنی موت کا خوف طاری رہتا تھا۔ ماں باپ کی وفات کی وجہ سے اگلے جہاں قبر اور حساب و کتاب کے متعلق فکر میں مبتلا رہتی تھی۔ لیکن چھوٹے بچوں کی وجہ سے اور زندگی کی بھاگ دوڑ میں فرصت نہ ملتی تھی کہ ان سوالوں کے جواب تلاش کروں، لیکن جوں جوں ذکر میں ترقی نصیب ہوتی گئی میری اداسی اور خوف رفع ہوتا گیا۔ مجھے ایسے لگتا جیسے میں اپنے جانے والوں کو ملتی ہوں اور ہمارے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ ذکر سے متعلق دوسرا واقعہ جس سے میں اور زیادہ جم گئی اس وقت جب بیعت کے لئے میں نے حضرت جی کے ساتھ اویسیہ سوسائٹی میں ذکر کیا اور انکی توجہ سے میری روح کا رخ دوران ذکر جسم کے رخ جو کہ قبلہ رو تھا سے حضرت جی کی طرف جو دائیں جانب تشریف فرما تھے مڑ گیا اور یہ احساس حیرانگی میں اس وقت بدلا جب میں نے مراقبات کے بعد آنکھ کھولی۔ میں اپنی سمجھ میں حضرت جی کی طرف ہی منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت مجھ پر جسم اور روح کے دو جدا وجود کا احساس ہوا، اور شیخ کی مخفی قوتوں کا بھی احساس اور پختہ یقین ہو گیا کہ واقعی یہ سچ ہے۔

اب میں نے لوگوں کو دعوت دینے کا پروگرام بنایا اور ابتداء اپنے خاندان اور سسرال سے کی۔ مجھے افسوس ہے میرے خاندان کی بڑی بوڑھیوں نے جب یہ کہہ دیا کہ دین میں نئی چیز ہم نے نہیں سنی کہ یہی ہماری ماؤں کی نصیحت ہے۔ شاید وہ شیعہ اور مرزائی عقائد کی ڈری ہوئی تھیں۔ اس سے انکے آگے کی نسل نے بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ البتہ میرے سسرال والوں نے اتنی لاج رکھ لی کہ ذکر پر حاضری ہو جاتی، لیکن انہوں نے بھی ذکر کو اس طرح قبول نہ کیا جس طرح اسکا حق ہے۔ سوائے میرے ایک دیور، اور دو دیورانیوں نے اور وہ بھی کافی سالوں کے بعد اب سنجیدہ ہوئی ہیں۔

میرے حلقے میں حضرت جی کا بھی پروگرام ہوا، اور اسکے علاوہ حافظ عبدالرزاق صاحب کرنل جمیل صاحب نے بہت محنت اور پابندی سے ذکر کروائے۔ اور ایسی ہستیوں کے آنے جانے سے سلام دعا کے علاوہ تصوف اور دیگر مسائل پوچھنے سے تزکیے کا عمل رواں دواں تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سالانہ اجتماع پہ حاضری بھی منارے میں ہوتی۔ اللہ پاک نے ذکر سے ایسی توفیق دی کہ میں اپنے چھوٹے بچوں کی ذمہ داری کے باوجود اپنی گاڑی میں گیٹ ٹو گیٹ جا کر خواتین کو ذکر کی دعوت دیتی۔ جس سے میرے حلقے کا رنگ ڈھنگ بدلنے لگا۔ اور ایک ایک نشست میں ساٹھ تک کی حاضری ہونے لگی۔ جس میں چائے اور لوازمات کا بھی اہتمام کیا جاتا یہ بتاتی چلوں کہ زیادہ تر طبقہ جو ڈیفنس سے باہر مقیم تھا اور تین چار پانچ مرلہ مکانوں میں رہتا ان کی خواتین حاضر ہوتیں اور ڈیفنس کے محلوں میں آباد خواتین ٹال مٹول کر جاتیں۔ ہمارے شوق کو قائم رکھنے کیلئے مجلس ذکر کے بعد جو تحفے تحائف مسجد نبوی سے ملتے جیسے شربت کے پیالے، تسبیحات، چادریں، پھول وغیرہ انکے بارے میں استاذ ہمیں بتاتے لیکن پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا یوں میرا شوق دیدنی ہوتا چلا گیا۔ جب مجھے یہ پتہ چلا کہ اس سلسلے میں کشف بھی ہو جاتا ہے۔ تو میں بڑی دیر تک کشف القبور کی آس لگائے رکھی۔ کہ شاید میں اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کو دیکھ سکوں۔

اس دوران میں نے ایک کالج جو کہ ٹیکسٹائل کی تعلیم دیتا تھا وہاں نوکری کی۔ مضمون پڑھانے کے علاوہ میں بچوں کو ذکر کے بارے میں بھی بتاتی۔ اور کالج انتظامیہ کو میں نے کہا کہ میں کلاس کو ایجوکیشن میں نہیں پڑھاؤں گی چاہے اسکے لئے مجھے ڈبل محنت کرنی پڑے، چنانچہ لڑکے اور لڑکیاں علیحدہ علیحدہ کلاسوں میں بیٹھتے۔ پھر کالج ٹائم کے بعد میں نے کرنل جمیل صاحب سے

درخواست کی کہ وہ آ کر ذکر کروائیں۔ اسی دوران مجھے پہلی بار معیت باری تعالیٰ کی کیفیات نصیب ہوئیں۔ جس کا ایک خوش کن احساس مجھے آج بھی الگ سے یاد ہے۔ اب میں کشف کے چکر سے نکل چکی تھی اور قرب الٰہی کی افادیت کا احساس زیادہ حاوی ہو چکا تھا۔ میں اکثر اللہ پاک سے گلہ کرتی کہ تو نے میری جوانی کے دن بے کار کاموں میں سوچوں میں گنوادی مجھے پہلے اس خوشبو تک کیوں نا پہنچایا۔

غرض اب میں مسلمان ہونا شروع ہوگئی بے پردگی، فیشن، سب ختم ہو چکا تھا۔ جیسے جیسے دین پر عمل شروع ہوا تنقید کی بھی بوچھاڑیں سہنا پڑیں۔ دین کی سمجھ کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصلیت بھی آشکارا ہونے لگ پڑی، معاشی حالات کی وجہ سے چائے پر اہتمام ختم ہونے کے ساتھ ہی ذکر میں لوگوں کی تعداد گھٹنے لگی۔ اور اب مجھے احساس ہوا کہ زیادہ تر لوگ ایک اچھی شام منانے کے چکر میں تھے۔ تزکیہ سے انہیں صرف کھانے پینے اور گپ شپ کی حد تک دلچسپی تھی۔ جب اہتمام ختم ہوا تو پرندے بھی اڑ گئے سوائے چند مخلص خواتین کے۔ مولانا حفظ الرحمٰن بیمار ہوگئے تو انہوں نے چوہدری محمد یوسف کو میرے حلقہ پر توجہ کرنے کی درخواست کی۔ پھر الحمدللہ دوبارہ حلقہ بنا اب وہی آتے ہیں جن کو اللہ کرنے سے دلچسپی ہے چودھری یوسف صاحب میرے حلقے پر محنت کر رہے ہیں۔ نتیجہ تو اللہ پاک کے اختیار میں ہیں مجھے میرا انعام روحانی بیعت کی صورت میں مل گیا۔ اور یہ ایک واقعہ جو منارے میں اور اس کی خوش کن فضاؤں میں رونما ہوا آج بھی یاد ہے۔ جب بیعت ہوئی اور حضرت مدظلہ العالی نے میری روح کو مسجد نبوی پہنچایا تو میری چیخیں نکل گئیں اور میں ادھ موئی ہوگئی۔ ذکر کرنے سے عبادات میں باقاعدگی، دعوتِ ذکر کا شوق، سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کا شعور اور قرآن کی تفسیر معنی و مفاہیم سمجھنے کا شوق پیدا ہوتا چلا گیا۔

مجھے جب خاندان کی خواتین میری پرانی سج دھج شوقینی یاد دلاتی ہیں تو میں ان سے صرف اتنا کہتی ہوں کہ اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس حالت میں موت نہیں دی اور اتنا کچھ سمجھنے کی مہلت دے دی۔ لکھنے لگوں تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ جو کہ ناممکن ہے۔ لیکن جو لوگ رسم و رواجوں میں پڑے ہیں انکے لئے صرف اتنا کہوں گی کہ اللہ پاک دین پر عمل کرنے اور ان رسموں رواجوں کو چھوڑنے پر جو انعام اس دنیا میں عطا فرماتے ہیں ان پر سو بار بھی ایسی زندگی قربان کر دی جائے تو بھی گھاٹے کا سودا نہیں۔ صرف ہمت اور کان بند کر لیں نگاہیں اوپر رکھیں تو منزل مل جائے گی۔

بڑے کرم کے ہیں یہ فیصلے بڑے نصیب کی یہ بات ہے۔

قارئین سے التماس

ماہنامہ المرشد کی موجودہ قیمت مارچ 2003 میں مقرر کی گئی تھی۔ پچھلے 9 سال میں اخراجات میں اضافہ کے باوجود اس کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ اب اخراجات اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ موجودہ قیمت کو اسی سطح پر برقرار رکھنے سے ادارہ خسارہ میں ہے۔ لہٰذا اب اس کی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہے۔

اس بناء پر ماہنامہ المرشد کا زرسالانہ 350 روپے اور فی شمارہ قیمت 35 روپے مقرر کر دی گئی ہے۔ جو فوری طور پر لاگو ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ تعاون فرمائیں تا کہ رسالے کے معیار کو برقرار رکھا جا سکے۔

مدیر المرشد

فرح حامد

سرکہ

نبی اکرم ﷺ نے قدرتی سرکہ بہت پسند فرمایا۔ ان کی پسندیدہ خوراک جس میں شہد، کھجور، زیتون، جو اور کدو جیسی بہترین اشیاء شامل ہیں ان میں سرکہ بھی موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سرکہ کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا اور ساتھ یہ دعا بھی دی کہ اے اللہ تو سرکہ میں برکت ڈال کہ مجھ سے پہلے نبیوں کا سالن تھا اور وہ گھر غریب نہ ہوگا جس میں سرکہ موجود ہے (ابن ماجہ) یہ ایک لحاظ سے امت مسلمہ کو ایک تلقین تھی کہ اس کو استعمال کرو اور اس کو اپنے گھر میں بھی رکھو۔ اس میں خیر و برکت کی کئی باتیں ہیں سرکہ اینٹی بائیوٹک، اینٹی سیپٹک اور جسم کو قوت دیتا ہے۔ یہ ایک سستی چیز ہے۔ خیر و برکت یہ کہ انسان بیماریوں سے محفوظ رہے اور صحت مند زندگی گزارے۔ اس لئے قدرتی سرکہ ایک بہترین نعمت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے پہلے اور انبیاء کرام بھی قدرتی سرکہ کو پسند فرماتے اور استعمال کرتے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جو اپنا آخری کھانا کھایا تھا وہ سرکہ میں ڈوبی ہوئی روٹی تھی۔

صحابہ کرامؓ نے بھی سرکہ کو پسند فرمایا۔ ایک واقعہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ ایک دسترخوان پر تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے دسترخوان پر ایک سالن سرکہ بھی پڑا ہوا دیکھا تو اپنی روایات کے مطابق انہوں نے فرمایا کہ ایک وقت میں انسان کو ایک ہی سالن کھانا اچھا ہے اور چونکہ قدرتی سرکہ بہترین سالن ہے اس لئے دوسرا سالن اٹھا دیا جائے اور انہوں نے صرف قدرتی سرکہ بطور سالن استعمال کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے بعد عموماً صحابہ کرامؓ اور امت مسلمہ میں سرکہ ایک روایت رہی ہے۔

عظیم یونانی ماہر بقراط Hippocrates نے ڈھائی ہزار سال قبل دریافت کیا تھا کہ غیر کشیدہ قدرتی سرکہ کے استعمال سے کئی بیماریوں کا علاج کیا جا سکتا ہے اور اس کا استعمال انسان کو صحت مند اور توانا بناتا ہے۔ بقراط سے پہلے مصری اور اہل بابل بھی غیر کشید قدرتی سرکہ سیب (A.C.V) کا استعمال کرتے تھے۔ اہرام مصر سے دریافت اشیاء میں سرکہ بھی شامل ہے قدرتی سرکہ سالن کے علاوہ بطور ادویات ٹانک اور بیماریوں سے بچاؤ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

جولیس سیزر کی افواج میں بھی قدرتی سرکہ استعمال ہوتا تھا۔ فاتح سندھ محمد بن قاسم کی افواج کو حجاج بن یوسف نے بصرہ سے سرکہ بھیجا تھا۔ کولمبس امریکہ جاتے ہوئے سرکہ بھی لے کر گیا تھا۔ غرض قدرتی سرکہ بطور دوائی، سالن، تندرستی، توانائی اور درازی عمر کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

سرکہ کب بنا کیسے بنا اس کی کوئی مستند تاریخ تو نہیں ہے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ رب کریم نے انسان کو جو پہلی Processed دوائی عطا فرمائی وہ قدرتی سرکہ ہی تھا۔ ہر قدرتی سرکہ دوران تیاری پہلے شراب بنتا ہے بعد میں سرکہ بنتا ہے اور ہر شراب جسم میں داخل ہو کر جگر خراب کر کے سرکہ بن جاتی ہے۔

حکماء قدرتی سرکہ کو انتہائی خالص اور بغیر کسی غیر قدرتی مداخلت کے تیار کرتے تھے، اس طرح قدرتی سرکہ میں موجود

Anti Oxidant:
beeta - carotene
Anti Cancer:
flavonoids & polyphenols
Vitamin:
B2, B6, P, C, E, A
Minerals:
iron, calcium, magnesium, potassium, Sulphur, Copper Phosphorus, Chlorine, Fluorine, Silicon, Sodium, also pectin
Acids:
Malic acid, Tartaric acid & Acetic acid

جیسے قیمتی اجزاء محفوظ رہتے تھے

بعد میں قدرتی سرکہ کی تیاری میں غیر قدرتی مداخلت کی گئی۔ مثلاً عمل کشیدہ وغیرہ تو قدرتی سرکہ دیکھنے میں بھلا لگنے لگا، اور رنگ، تیزابیت، خوشبو اور ذائقہ تو اچھا ہوگیا لیکن اس سے قدرتی سرکہ میں موجود قیمتی اجزاء ضائع ہوجاتے ہیں اور بہت سے فوائد نکل جاتے ہیں ایسا سرکہ خوردنی اور معالجاتی مقاصد کیلئے بیکار ہے۔

غیر کشیدہ قدرتی سرکہ کی بوتل سے آر پار نہیں دیکھا جاسکتا جس بوتل سے آر پار دیکھا جاسکتا ہو وہ محلول کشید شدہ ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر تیزابی سرکہ فروخت ہوتا ہے۔ جو سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ یا کوئی رنگ ملا کر رنگین بنالیا جاتا ہے۔ ان تیزابی سرکہ جات پر تیزابی Synthetic لکھا ہوتا ہے۔ اس تیزابی سرکہ کو Coal tar سے بنایا جاتا ہے غذائی اور ادویاتی طور پر تیزابی سرکہ کا کوئی مقام نہیں ہے ویسے تیزابی یا Synthetic سرکہ کا زیادہ تر استعمال فائبر اور ربڑ انڈسٹری میں ہے۔

انسانی صحت کے لئے جس طرح شہد، انجیر، زیتون، جو اور کھجور کے استعمال میں کوئی پابندی نہیں ہے ایسے ہی قدرتی سرکہ موسم اور مدت کی پابندی کے بغیر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

کسی بھی غذا یا دوائی کا پچاس سال مسلسل استعمال اس کی خوبیاں اور خامیاں واضح کردیتا ہے سرکہ دنیا میں ہزاروں سال سے انسانی تصرف میں ہے سوائے وہ حساس افراد جن کو سرکہ پینے سے گلہ کی خرابی یا کھانسی ہوتی ہے اس کے علاوہ اس میں کوئی قابل ذکر مضر اثرات نہیں ہیں اس لئے کچن اور نسخہ جاتی طور پر صرف صاف ستھرا سرکہ ہی استعمال کرنا چاہیے۔

یوں تو مارکیٹ میں کئی قسم کی کمپنیاں سرکہ سپلائی کررہی ہیں لیکن صرف وہ سرکہ استعمال کرنا چاہیے جو سو فیصد خالص، پاک صاف اور غیر کشیدہ ہو اور اس کی تیاری میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہو کہ ان کی غذائی اور ادویاتی افادیت متاثر نہ ہو۔ جبکہ عام طور پر گلے سڑے پھلوں سے قدرتی سرکہ تیار کیا جاتا ہے، ان پھلوں پر مکھیاں بھی بیٹھتی ہیں۔ جن کے انڈے کی صورت میں سنڈیاں وغیرہ پیدا ہوجاتی ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ اگر دوران تیاری سنڈیاں نظر آئیں یا جنم لیں تو اسے سرکہ کا حصہ سمجھ کر سرکہ برد کرلیا جاتا ہے۔ اس لئے چھان بین کرکے ایسا سرکہ استعمال کرنا چاہیئے جو سنڈیوں کے بغیر پاک صاف اور صحت کے لئے فائدہ مند ہو۔

قدرتی سرکہ کے فوائد

اگر حکماء کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق سرکہ کو استعمال کیا جائے تو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔

1۔ وزن کم کرتا ہے۔
2۔ شوگر کنٹرول میں معاون ہے۔
3۔ کولیسٹرول کم کرتا ہے۔
4۔ نظام انہضام بہتر کرتا ہے۔
5۔ سر کے بالوں کی سکری ختم کرتا ہے اور بالوں کو مضبوط اور خوبصورت بناتا ہے۔
6۔ ناخنوں کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔

The time has witnessed when the Holy Prophet-saws was the only person on the face of earth who was aware of the Divine Knowledge. When he-saws came home after the first revelation, Hadhrat Khadija-rau was the first among the women to accept Islam and then Hadhrat Abu Bakr-rau was the first among men, and it went on to spread exponentially among the mankind, and the basis for it was the Divine Cognition and Divine Knowledge imparted by the Holy Prophet-saws to his-saws followers.

There is a Hadith-e-Qudsi where Allah-swt says that, I-swt was present but nothing among My-swt creations knew about Me-swt. Allah-swt's creations were unaware of their Creator; He-swt created the universe, the angels and the jinn, but they were merely obeying the commands and were unaware of their Lord-swt and His-swt Attributes. Allah-swt says that, I-swt was a hidden treasure to whom nobody was aware, then I-swt liked that there must be someone who know about My-swt Presence, My-swt Kindness and My-swt Greatness. There must be someone who must know the real facts about the Real and Only Creator so that they could adore and obey Him-swt. There must be someone who could be blessed with the capacity of Divine Cognition and the wisdom about the Beauty of their Only Lord-swt where the cognition of the Greatness and Kindness of their Rabb-swt would make them bow before Him-swt with their own will and judgment. To bow before such a Great Lord-swt to Whom-swt nothing could be associated; to Whom-swt nothing could compel someone to commit disrespect and disregard; and to Whom-swt life can be given up but His-swt Love held strong and above everything. Therefore, Allah-swt created the mankind.

Among the mankind the first man created was Hadhrat Adam-as, who was a prophet-as. It was because the Divine Cognition and its delivery to the rest of people was the function of the prophethood, and it is only the prophethood which can bestow the Divine Cognition to the common men.

Thereafter Prophets-as and Messengers-as were sent across the globe from time to time, but all those Prophets-as and Messengers-as were for a particular region, society or a particular time period and the same was true about the Divine Books which the Prophets-as brought to their people. But when the Holy Prophet-saws was anointed, his-saws Prophethood was made universal for the entire universe, for all people and forever. Prophethood of the Holy Prophet-saws and revelation of the Holy Quran, overtook the place of the earlier Prophets-as, their books and their teachings and after this, everyone is required to follow the teachings and practices of the Holy Prophet-saws and the Holy Quran. However it is ordered to believe in the Divinity of all Divine Books but the practices and beliefs have to be according to the teachings of the Holy Quran and the Holy Prophet-saws. Anointment of the Holy Prophet-saws and the revelation of the Holy Quran occurred in Hira in the month of Ramadhan-ul-Mubarak when the age of the Holy Prophet-saws was about forty years and six months. It was the blessed time when the seed of the Prophethood of the Holy Prophet-saws as the last Messenger-saws of Allah-swt was sown and it blessed the mankind in the form of Companionship of the Holy Prophet-saws.

To be Continued

The time has witnessed when the Holy Prophet-saws was the only person on the face of earth who was aware of the Divine Knowledge. When he-saws came home after the first revelation, Hadhrat Khadija-rau was the first among the women to accept Islam and then Hadhrat Abu Bakr-rau was the first among men, and it went on to spread exponentially among the mankind, and the basis for it was the Divine Cognition and Divine Knowledge imparted by the Holy Prophet-saws to his-saws followers.

There is a Hadith-e-Qudsi where Allah-swt says that, I-swt was present but nothing among My-swt creations knew about Me-swt. Allah-swt's creations were unaware of their Creator; He-swt created the universe, the angels and the jinn, but they were merely obeying the commands and were unaware of their Lord-swt and His-swt Attributes. Allah-swt says that, I-swt was a hidden treasure to whom nobody was aware, then I-swt liked that there must be someone who know about My-swt Presence, My-swt Kindness and My-swt Greatness. There must be someone who must know the real facts about the Real and Only Creator so that they could adore and obey Him-swt. There must be someone who could be blessed with the capacity of Divine Cognition and the wisdom about the Beauty of their Only Lord-swt where the cognition of the Greatness and Kindness of their Rabb-swt would make them bow before Him-swt with their own will and judgment. To bow before such a Great Lord-swt to Whom-swt nothing could be associated; to Whom-swt nothing could compel someone to commit disrespect and disregard; and to Whom-swt life can be given up but His-swt Love held strong and above everything.

Therefore, Allah-swt created the mankind. Among the mankind the first man created was Hadhrat Adam-as, who was a prophet-as. It was because the Divine Cognition and its delivery to the rest of people was the function of the prophethood, and it is only the prophethood which can bestow the Divine Cognition to the common men.

Thereafter Prophets-as and Messengers-as were sent across the globe from time to time, but all those Prophets-as and Messengers-as were for a particular region, society or a particular time period and the same was true about the Divine Books which the Prophets-as brought to their people. But when the Holy Prophet-saws was anointed, his-saws Prophethood was made universal for the entire universe, for all people and forever. Prophethood of the Holy Prophet-saws and revelation of the Holy Quran, overtook the place of the earlier Prophets-as, their books and their teachings and after this, everyone is required to follow the teachings and practices of the Holy Prophet-saws and the Holy Quran. However it is ordered to believe in the Divinity of all Divine Books but the practices and beliefs have to be according to the teachings of the Holy Quran and the Holy Prophet-saws. Anointment of the Holy Prophet-saws and the revelation of the Holy Quran occurred in Hira in the month of Ramadhan-ul-Mubarak when the age of the Holy Prophet-saws was about forty years and six months. It was the blessed time when the seed of the Prophethood of the Holy Prophet-saws as the last Messenger-saws of Allah-swt was sown and it blessed the mankind in the form of Companionship of the Holy Prophet-saws.

Anointment of the Universal Mercy-saws
Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munara Dated: February 18th, 2011

As the blessings are mentioned, it is further complemented by the statement وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ 'Teaching you the book and imparting you the true knowledge and wisdom', where the Holy Prophet-saws teaches the knowledge of the Book and illuminates the hearts and minds with wisdom, which include the real meaning of the verses from Allah-swt and the secrets hidden in it. The real meanings of the Holy Quran are the actual wisdom. Therefore, the Messenger-saws of Allah-swt, recites the verses of Allah-swt and then purifies the believers with the Divine Lights, from skin to the core of body, mentioned as, ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ [39:23] "infusing the body with Allah-swt's Zikr from skin to the heart." Illuminating every body cell with the remembrance of Allah-swt, followed by the teachings of the Book and bestowing the wisdom hidden in its meanings, which include the commandments directly from Allah-swt, اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ "while before the raising of the Holy Prophet-saws, people were being in the state of manifest error."

Regarding the true Divine Knowledge after Hadhrat Isa-as (Jesus Christ) ascension, there was almost nothing known to mankind for about five hundred years. That era is called 'Ehd-e-Fatrat'. Only a few people who believed that the idols were not the reality and that Allah-swt exists, but they had no answers for questions like how to obey their Lord-swt and how to please Him-swt. These people travelled across the countries and asked the scholars of Bible and Torah, but could not find answers except for the statement that only the last Prophet-saws of Allah-swt will tell the real facts about the Divinity. At that time there were many scholars but it was only the Holy Prophet-saws who answered the questions about the true knowledge of Divinity, and such comprehensive answers to their questions were provided which the philosophers and the scholars of those times failed to explain. The Divine Knowledge and wisdom was made so easy and so widespread to the common men that today even an unlettered shepherd is enlightened with the knowledge about Allah-swt and His-swt Attributes.

The important point to remember is that all these blessings are specifically related to the anointment of the Holy Prophet-saws. The birth month of the Holy Prophet-saws is 'Rabi-al-Awwal' while the first revelation to the Holy Prophet-saws was in 'Ramadhan-ul-Mubarak', as stated in the Holy Quran اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [97:1], "We have indeed revealed this (Message) in the Night of Power." and in another verse شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ [2:185], "Ramadhan is the (month) in which was sent down the Qur'an", where it has been made clear that the Holy Quran was sent down in the month of Ramadhan, so the month of anointing the Holy Prophet-saws as the last Messenger of Allah-swt is Ramadhan as well.

'Maulvi Allah Yar Khan Chakaralvi has also announced that (the fact of) the preservation of the Holy Quran, without any alteration, change, or transposition of its words, cannot be proved through any of the Shi'a books, while (proving it through) continuous, successive narration is an even farther impossibility. If all the Shi'a scholars come together and provide proof from continuous, successive narration that the Holy Quran is a preserved Book, we will reward them whatever they demand and furthermore we shall henceforth announce to change our religion.'

In the 1957 edition, he published a fiery article titled 'Da'iyaan-e Husain wa Qatilaan-e Husain-rau ki Khana Talashi'. At the time no action was initiated against the article as Hazrat Ji-rua had only stated the recorded historical facts, but about three years later, using the article as the basis, on the orders of the Governor of Punjab, 'Al Farooq' was forced to close down. In order to revive memories of this period an image of the Title page is presented on which Hazrat Ji-rua's name appears as the assistant editor along with his national title of 'Fatih Azam'. (At this place, the original book contains an image of the Title Page of Al Farooq - translator).

Training Ulama in the Art of Religious Debates

At the dawn of the 'Manazaray' era, there was a scarcity of due information about False doctrines among the local Ulama. One group (the Shi'as) would invite speakers from far off places like Lucknow, whilst the other group (Ahl-e Sunnat) comprising of local people, would invite Ulama according to their means, who due to their unfamiliarity with False Doctrines, were unable to discharge their responsibility and defend the truth. Keeping the weakness of the local Ulama in view, Hazrat Ji-rua, despite his numerous engagements, considered it of vital importance to train the Ulama in the art of Manazaray. Whether he was in residence or travelling, seekers of this art would flock to him. Their discourses would go on for hours and finally the Ulama would leave after noting down all the rare references, proofs and arguments.

Between 1950 and 1960, it was Hazrat Ji-rua's habit to spend the month of Ramzan every year in Rawalpindi at the Madrassah T'aleem ul Quran, where he instructed the Ulama and the students against Rifz (Dissension, Shi'aism) and Qadiyaniyat. Among his pupils is the famous religious scholar Dr. Khalid Alvi.

After the launch of 'Al Farooq' in 1956, Manazaray found a social or congregational platform in which delegations of well versed Ulama would partake. Hazrat Ji-rua and Pir Sayyed Ahmed Shah Bokhari rua editor of 'Al Farooq' were the inspiring spirit of these delegations. By 1957 the invitations for Manazary and assemblies had increased significantly, but there was no institute that could fulfil this ever-increasing requirement. In July1957, when under the patronage of 'Al Farooq's' editor Sayyed Ahmed Shah Bokhari rua, 'Dar ul Muballigheen' was established at Chokera in Sargodha district, this institute became pivotal in providing the training necessary for Ulama to speak at Manazaray and it provided speakers throughout the country. Hazrat Ji rua was foremost in the formation, organization and the management of this institute.

To be continued

Al Farooq

Hazrat Ji-rua studied the derivation and origin of dissident religions not only by reading their source books but also from contemporary journals. When the journal 'Al Najam' under the patronage of Maulana Abdul Shakoor Farooqi was launched from Lucknow, he read it regularly. Around this time Maulvi Ismail, after his constant defeats in Manazaray at the hands of Hazrat Ji-rua and Syed Ahmad Shah Bokhari, started publishing a paper called 'Sadaqat' from Gojara, in which he would distort facts and present an inaccurate account of these Manazaray. To refute this the Ahl-e Sunnat considered it necessary to have their own interpretational journal in the manner of 'Al Najam'. When the fortnightly journal 'Al Farooq' was launched under the editorship of Sayyed Ahmad Shah Bokhari, from Dar ul Huda, Chokera in Sargodha district on the 1st Nov 1956, its working committee requested Hazrat Ji-rua's assistance. Hazrat Ji-rua agreed, and from the first publication of 'Al Farooq' to its last on 15th July 1960, he assumed the duties of assistant editor.

Before the publication of 'Al Farooq', Hazrat Ji-rua had already authored several books; among them were, 'Iman bil Quran', 'Ijaad-e Mazhab-e Shi'a', 'Shikasht-e A'ada-e Husain rau' and 'Daamad-e Ali rau'. After his association with the editorship of 'Al Farooq', Hazrat Ji-rua's priceless articles graced its pages, of which some were also serialized due to their length and were later collected, elaborated upon and published as separate books or incorporated into his other works such as 'Ad Deen al Khalis' and 'Tehzeer al Muslimeen'. The articles printed in 'Sadaqat' that needed to be refuted or be objected to, were also dealt with by Hazrat Ji-rua. His articles in 'Al Farooq': Mas'ala-e Imamat, E'iteqadat-e Shi'a (serialized), Nass-e Shoora (serialized), Al Jamal wal Kamal (serialized), Maah-e Muharram, and the answers to queries of the readers and other Muslims are considered an invaluable treasure of religious and intellectual knowledge. In addition to this, his momentous marshalling speech on the 'Khilaafat' (24th march 1957 at Do Meel, Campbelpur, Attock), was also published in 'Al Farooq'. When Maulvi Ismail challenged the Ahl-e Sunnat in an open letter published in his book 'Baraheen-e Matam' (arguments in favour of mourning or lamentation), Hazrat Ji-rua published his reply in the book entitled 'Hurmat e Matam' (The Prohibition of Lamentation), which was also published in 'Al Farooq'.

The Ulama of the Ahl-e Sunnat, in large numbers, would undertake the patronage of 'Al Farooq' and often one comes across their names in the various editions of the journal. In April 1957, Mufti Ghulam Samdani along with 35 other Ulama, also accepted the patronage of Al Farooq. This served as his introduction to Hazrat Ji-rua, which, after some time, resulted in his joining the circle of Hazrat Ji rua's devotees (spiritual students).

During the editing of Al Farooq it was Hazrat Ji-rua habit to spend a couple of successive months at Dar ul Huda Chokera, compiling several issues of the journal together, and then return to Chakrala. In the 15th March 1957 edition, Hazrat Ji-rua threw a challenge that 'Iman bil Quran' should be proved through the books of the Shi'a. At the same time he published an announcement in 'Al Farooq':

Hayat-e-Javidan Chapter 11

A Life Eternal (Translation)

Hazrat Ji-rua's Debating Era

In 1961, Hazrat Ji-rua went to a meeting in Tehsil Chakwal at the invitation of a poor person accompanied by Hazrat Ameer ul Mukarram mza. The event lasted three days. Every day Hazrat Ji rua addressed the assembly and the rest of his time was spent meeting people anxious to speak with him. The poor villager was unable to look after his guests properly. He could only provide a rough bed with a cover and pillow for Hazrat Ji-rua, and not even that for Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, who had to sleep on the floor. On the fourth day, when they departed, no provisions were made for their journey. As they were boarding the bus, a villager thrust two banknotes of ten rupees at Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, which just about covered their fare. Hazrat Ameer ul Mukarram mza's facial expressions disclosed his feelings. Looking at him Hazrat Ji-rua inquired, 'What is the matter?'

Hazrat Ameer ul Mukarram mza replied, 'Hazrat, these people have given twenty rupees'.

Hazrat Ji-rua said, 'Give thanks that they paid the fare. We are working for Allah swt's Pleasure; money is not our objective. Even if they had not given us this, we would have spent money out of our own pocket to carry out our duty for the Deen. During the ten years of Hazrat Ji-rua's 'Manazara era' he actively participated in innumerable debates. In this period he reached every village or town, leaving aside all his other activities, even bidding farewell to the highly exhilarating moments of Zikr and contemplation, to execute the duty assigned to him. On one hand he visited small villages like Khandway and Kot Miana and on the other large towns like Multan, Jhelum and many others. Using his own means he travelled extensively throughout Sind and Kashmir. During this period Hazrat Ji-rua also toured Panan Wal in Jhelum district accompanied by Sayyed Ahmed Shah Bokhari-rau Chokerwi, Mohammad Abdus Sattar Taunsvi and Maulana Inayat Ullah Gujrati and spoke on various topics at the three day assembly held between 24 -26th January 1957. Wherever Hazrat Ji-rua went, he invariably defeated his opponents whether it was Maulvi Ismail or other reputed speakers specially invited from Lucknow and other far places. Due to his constant victories, within a short time he came to be famously called 'Fatih Azam' (The Great Victor) throughout the country. He would be greeted on his arrival on the stage with loud, sky-rending slogans of 'Fatih Azam' and these slogans at the end of the debate would also be the proclamation of his victory. In 1956 when a fortnightly publication by the Ahl-e Sunnat, 'Al Farooq' was published, this title (Fatih Azam) followed Hazrat Ji rua's name, on the front page.

Shaban ul Muzam 1432

July 2011

ماہنامہ المرشد

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the names of his Rabb. And then prays.

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي (سنن الترمذي، باب منه)

Hazrat Ibn-e-Umar (R.A.U) narrates that the Prophet (S.A.W.S) said that do not engage in excessive conversation without Allah's Zikr as conversation without Allah's Zikr hardens the heart and a person whose heart has hardened is the most distant from Allah.

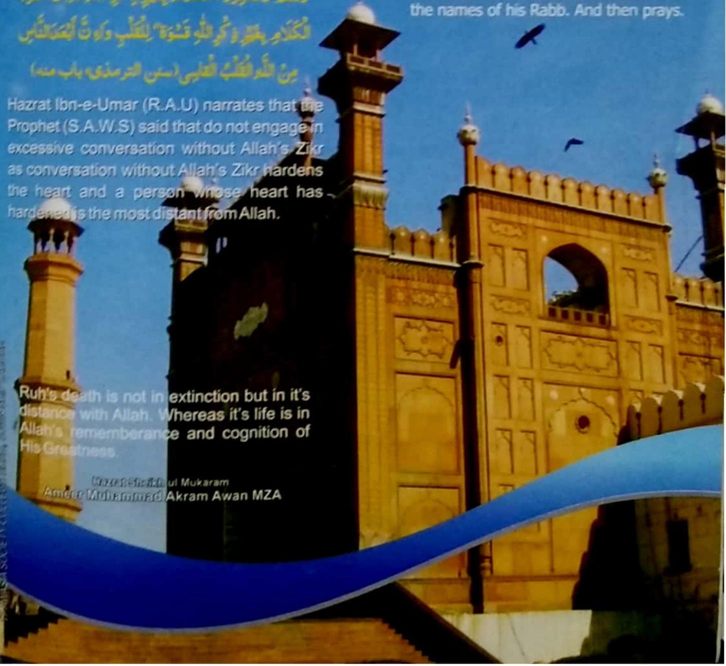

Ruh's death is not in extinction but in it's distance with Allah. Whereas it's life is in Allah's rememberance and cognition of His Greatness.

Hazrat Shaikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS CPL #15

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255